نومبر ۱۹۹۸ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

قرآنِ حکیم کی قوّتِ تسخیر

اظہارِ تشکر اور تحدیثِ نعمت پر مشتمل ایک اہم خطا

ڈاکٹر اسرار احم

دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد

داخلہ برائے تربیت ائمہ کورس نمبر 41

دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد اندرون و بیرون ملک تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ اکیڈمی دیگر پروگراموں کے ساتھ ائمہ مساجد کی تربیت کا سہ ماہی کورس گزشتہ بارہ برس سے مسلسل منعقد کر رہی ہے جس میں تفسیر' حدیث' فقہ' عربی زبان' تقابل ادیان اور حالاتِ حاضرہ کے علوم کی تدریس کے فرائض ان کے ماہرین انجام دیتے ہیں۔ کورس کے لئے منتخب ائمہ مساجد کو دوران تربیت مفت طعام و قیام اور درسی کتب کے علاوہ ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔

تربیت ائمہ مساجد کا اگلا کورس 25/ جنوری 1999ء سے شروع ہو گا جس کے لئے مساجد کے امام اور خطیب حضرات سے درخواستیں مطلوب ہیں :

شرائط داخلہ

1) درخواست دہندہ کسی دینی مدرسہ کا فارغ التحصیل ہو۔
2) کسی مسجد میں امام و خطیب ہو۔
3) عمر کی حد 25 سال سے 40 سال ہو۔
4) منتخب حضرات کو تین ماہ مسلسل اکیڈمی میں حاضر رہنا ہو گا۔
5) سرکاری ادارے سے تعلق رکھنے والے حضرات اپنے محکمہ کے توسط سے درخواست ارسال کریں۔
6) درخواست میں درج ذیل معلومات لازماً تحریر کی جائیں۔

(1) نام معہ ولدیت (2) تاریخ پیدائش (3) مکمل پتہ (4) تعلیمی اسناد کی مصدقہ نقول (5) مسجد سے وابستگی کا سرٹیفکیٹ (6) شناختی کارڈ کی مصدقہ نقل (7) دو عدد پاسپورٹ سائز تصاویر

درخواستیں وصول کرنے کی آخری تاریخ 15/ نومبر 1998ء ہے۔ حتمی شرکاء کورس کا انتخاب متعلقہ سلیکشن کمیٹی کرے گی۔

انچارج تربیت ائمہ کورس

دعوۃ اکیڈمی' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی (فیصل مسجد) اسلام آباد

پوسٹ بکس نمبر 1485۔ فون : 3-858640 فیکس : 51-92-261648

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی۔

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

جلد :	۴۷
شمارہ :	۱۱
رجب المرجب	۱۴۱۹ھ
نومبر	۱۹۹۸ء
فی شمارہ	۱۰/-
سالانہ زر تعاون	۱۰۰/-

ادارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زر تعاون برائے بیرونی ممالک

- امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ — 22 ڈالر (800 روپے)
- سعودی عرب، کویت، بحرین، قطر، عرب امارات، بھارت، بنگلہ دیش، افریقہ، ایشیا، یورپ، جاپان — 17 ڈالر (600 روپے)
- ایران، ترکی، اومان، مسقط، عراق، الجزائر، مصر — 10 ڈالر (400 روپے)

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقام اشاعت: 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔فون: 03-02-5869501
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی: 67۔گڑھی شاہو، علامہ اقبال روڈ، لاہور، فون: 6305110
پبلشر: ناظم مکتبہ، مرکزی انجمن، طابع: رشید احمد چودھری، مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

☆ عرضِ احوال ____________ ۳

حافظ عاکف سعید

☆ تذکرہ و تبصرہ ____________ ۴

مولانا امین احسن اصلاحی اور ڈاکٹر اسرار احمد

حافظ عاکف سعید

☆ قرآن حکیم کی قوتِ تسخیر ____________ ۱۷

اظہارِ شکر اور تحدیثِ نعمت پر مشتمل ایک اہم خطاب

ڈاکٹر اسرار احمد

☆ گوشۂ خواتین ____________ ۵۷

آنے والی صدی اسلام کی ہے!

مسز صغریٰ خاکوانی

☆ سالانہ رپورٹ ____________ ۶۷

تنظیم اسلامی کی کارکردگی اور دعوتی سرگرمیوں کا اجمالی جائزہ

عبدالرزاق، ناظم اعلیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض احوال

تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع ان شاء اللہ العزیز حسب پروگرام ۶ تا ۸/ نومبر کی تاریخوں میں کراچی میں ہوگا۔ تنظیم کی تاسیس ۱۹۷۵ء میں ہوئی تھی اور اب ۱۹۹۸ء کا سال ختم ہوا چاہتا ہے۔ گویا تنظیم کے قافلے کو اپنے سفر کا آغاز کئے ۲۳ برس ہو چکے ہیں۔ تنظیم کی تاسیس کے بعد ابتدائی تین سال کو عبوری مدت قرار دیا گیا تھا کہ اس عرصے کے دوران تنظیم کی ہیئت کے معاملے کو حتمی شکل نہیں دی گئی تھی کہ یہ تنظیم بیعت کی بنیاد پر استوار ہوگی یا مغربی طرز کے جمہوری نظام پر استوار کی جائے گی۔ اس معاملے کو کھلا چھوڑنے میں کچھ مصلحتیں پیش نظر تھیں۔ بعض "اکابر" کی شمولیت کے امکان کو مدِّنظر رکھتے ہوئے ہیئتِ تنظیم کے معاملے کو open رکھا گیا تھا ـــــ عبوری مدت کے خاتمے پر رفقائے تنظیم کے سالانہ عمومی اجتماع میں طویل بحث و تمحیص کے بعد بیعت کی مسنون اور ماثور اساس پر تنظیم کی ہیئتِ اجتماعی کو استوار کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا اور "ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا" کے مصداق قافلۂ تنظیم نے باقاعدہ اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔ اس عبوری مدت کو اگر شمار نہ کیا جائے تب بھی تنظیم اسلامی کی عمر اب ۲۰ سال سے متجاوز ہو چکی ہے۔

اداروں اور جماعتوں کی زندگی میں سالانہ اجتماعات اہم سنگ ہائے میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس موقع پر تمام رفقاء و ارکان کے سامنے تنظیم کا دفترِ عمل پیش کیا جاتا ہے' سابقہ کارکردگی پر تنقیدی نگاہ ڈالی جاتی اور طے شدہ مقاصد کی روشنی میں آئندہ کے لئے اہداف کا تعین کیا جاتا ہے۔ رفتار اطمینان بخش نظر آئے تو اللہ کا شکر بجالانا واجب ہو جاتا ہے اور اگر کم محسوس ہو تو لائحہ عمل پر بھی از سرنو غور کیا جاتا اور اسے بہتر بنانے کی شعوری کوشش کی جاتی ہے۔ ایسے مواقع پر انشاء اللہ خان انشاؔء کے اس شعر کے مصداق کہ ؎

"بھلا گردش فلک کی چین دیتی ہے کسے انشاؔء
غنیمت ہے کہ ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں"

تحریکی ساتھیوں سے ملاقات اور دعوتی و تحریکی جدّوجُہد کے ضمن میں ان کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کا بھی موقع ملتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان اجتماعات میں شرکت کے ذریعے اپنے اساسی فکر کو تازہ اور اپنی دینی و تحریکی ذمہ داریوں کے شعور کو اجاگر کر کے رفقاءِ تنظیم ایمانی جذبے سے سرشار ہو کر اک ولولۂ تازہ کے ساتھ اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں۔ اللہ سے دعا

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

حافظ عاکف سعید

مولانا امین احسن اصلاحی اور ڈاکٹر اسرار احمد

"تدبر" کے "مکاتیب اصلاحی نمبر" میں شائع شدہ بعض خطوط کے حوالے سے چند معروضات

"تدبر" کے نام سے ایک سہ ماہی جریدہ جناب خالد مسعود کی زیر ادارت طبع ہوتا ہے جن کا شمار صاحب تدبر قرآن' مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم کے ان تلامذہ میں ہوتا ہے جنہیں نہ صرف یہ کہ مولانا مرحوم کے حیاتِ دنیوی کے آخری سانس تک مولانا کا قرب حاصل رہا بلکہ وہی پاکستان کی حد تک اس تراثِ علمی کے بھی امین اور وارث سمجھے جاتے ہیں کہ جس کا آغاز امام حمید الدین فراہی کے فکر قرآنی سے ہوا اور جس کو مولانا اصلاحی مرحوم نے وسعت دے کر تفسیر "تدبر قرآن" کی صورت میں محفوظ کر دیا۔ "تدبر" کی اشاعت اسی مکتب فکر کے تسلسل کا ایک ادنیٰ مظہر قرار دی جاسکتی ہے۔

مولانا اصلاحی کا انتقال گزشتہ دسمبر میں لاہور میں ہوا۔ ان کی رحلت کے بعد تادمِ تحریر "تدبر" کے جو شمارے شائع ہوئے ہیں وہ سب کے سب مولانا مرحوم کے حوالے سے خصوصی نمبروں پر مشتمل ہیں۔ اِس وقت "تدبر" کا جولائی ۹۸ء کا شمارہ بعنوان "مکاتیب اصلاحی نمبر" ہمارے پیش نظر ہے جو مولانا مرحوم و مغفور کے ان خطوط پر مشتمل ہے جو انہوں نے گزشتہ پچاس برسوں کے دوران اپنے احباب کے نام مختلف مواقع پر تحریر فرمائے۔ چنانچہ ان میں سے قدیم ترین خط ۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء کا مرقومہ ہے جبکہ ترتیب زمانی کے اعتبار سے آخری خط ۴ ستمبر ۹۰ء کا تحریر کردہ ہے ـــــ جریدے کے مدیر نے ان خطوط کو زمانی ترتیب سے مرتب کرنے کی بجائے مختلف عنوانات کے تحت ترتیب دیا ہے۔ "تدبر" کے اس مکاتیب نمبر میں "ڈاکٹر اسرار احمد" کے عنوان سے بھی ایک باب باندھا گیا ہے جس میں بد قسمتی سے وہ تمام مکاتیب جمع کر دیئے گئے ہیں جو مولانا مرحوم اور محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے ۲۵ برسوں پر محیط قابل رشک حد تک خوشگوار اور انتہائی قریبی تعلق کے انقطاع کے بعد ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۸ء کے درمیان مولانا مرحوم نے اپنے حلقۂ احباب کو تحریر فرمائے اور جن میں محترم ڈاکٹر

صاحب کے لئے مولانا اصلاحی مرحوم کے قلم کی تلخی تمام حدود کو پھلانگتی محسوس ہوتی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ مولانا اصلاحی کے ساتھ امیر تنظیم کا رُبع صدی پر محیط قرب جتنا شدید اور محکم تھا' انقطاع تعلق کے بعد عارضی طور پر' اسی درجے میں بُعد اور فصل کا معاملہ ہوا۔ اور ایک عام قاری جو اس دَور کے خطوط کے پس منظر سے پوری طرح آگاہ نہیں ہے محترم ڈاکٹر صاحب اور ان کی تحریک قرآنی کے بارے میں سخت انقباض محسوس کرنے لگتا ہے۔

جریدے کے مدیر نے نہ معلوم کیوں صرف انہی خطوط کو شائع کرنے پر اکتفا کیا جو انقطاع تعلق کے بعد لکھے گئے اور مولانا کے ان خطوط کو مکمل طور پر نظر انداز کرنا مصلحت کا تقاضا سمجھا کہ جو اس سے قبل لکھے گئے اور جن کے ذریعے محترم ڈاکٹر صاحب کے بارے میں مولانا کے غایت درجہ حسن ظن اور نہایت قریبی تعلق کی عکاسی ہوتی ہے۔

یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ انسان خطا کا پتلا ہے اور ختم نبوت کے بعد کوئی انسان کلیتہً معصوم عن الخطا ہو سکتا ہے نہ کوئی شخصیت مزاجی نقائص اور کمزوریوں سے بالکلیہ پاک ہو سکتی ہے خواہ وہ بعض اعتبارات سے کتنی ہی عظمت کی حامل ہو ـــــ تاہم کسی شخصیت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور اس کے مقصد حیات اور شب و روز کی مصروفیات کو مجموعی طور پر پیش نظر رکھ کر ان کے بارے میں اچھی یا بری رائے قائم کی جاتی ہے ـــــ ہمارے دین کی تعلیم یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی خوبیوں کو مد نظر رکھو اور اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرو۔ بالخصوص کسی شخص کے انتقال کے بعد تو ہمارے سامنے نبی اکرم ﷺ کی یہ واضح ہدایت موجود ہے کہ "اُذْکُرُوْا مَوْتَاکُمْ بِالْخَیْرِ"۔ لہٰذا کسی بھی مسلمان کے انتقال کے بعد اس کی خامیوں یا کمزوریوں کا تذکرہ انتہائی نامناسب ہے۔ آنحضورؐ کی یہ تلقین تو ہر مرنے والے مسلمان کے بارے میں ہے خواہ وہ علم و عمل کے اعتبار سے بلند مقام کا حامل ہو یا نسبتاً پست مقام رکھتا ہو۔ مولانا اصلاحی مرحوم یقیناً ایک بلند پایہ عالم اور ہر اعتبار سے ایک نہایت قابل احترام شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے ضمن میں ہم ان حدود کو نظر انداز کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے کہ جن کا تعین مذکورہ حدیث میں ملتا ہے ـــــ تاہم مدیر "تدبر" نے مولانا کے ان متنازعہ خطوط کو افادۂ عام کیلئے چھاپ کر جو "دینی خدمت" سرانجام دی ہے اور اپنی اس حرکت کے نتیجے میں دانستہ یا نادانستہ طور پر امیر تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد کی شخصیت کو مجروح اور داغدار کرنے کی جو کوشش کی ہے اس کے دفاع میں کچھ وضاحتیں پیش کرنا ہماری ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اور اس وضاحت کے دوران اپنی جانب سے محتاط رہنے کی بھرپور شعوری

کوشش کے باوجود اگر مذکورہ بالا نبویؐ ہدایت کو ملحوظ رکھنے میں ہم سے کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو ظاہر بات ہے کہ اس کا وبال مدیر موصوف پر ہی آئے گا اور وہی اس کے ذمہ دار ٹھہریں گے۔ اس لئے کہ ان خطوط کی اشاعت کے بعد اپنی پوزیشن کو واضح کرنا اور قارئین کو صحیح صورتحال سے آگاہ کرنا ہماری لازمی ضرورت تھی۔ ان خطوط کے حوالے سے ہم کسی تفصیلی بحث کا دروازہ کھولنا نہیں چاہتے لہٰذا ہم صرف ان وضاحتوں پر ہی اکتفا کریں گے کہ جو ہمارے نزدیک ناگزیر ہیں۔ ہمارے نزدیک جس طرح مولانا کے ان خطوط کو شائع کر کے مدیر موصوف نے کوئی خیر نہیں کمایا اسی طرح اس کے ردِّ عمل میں اس تلخ باب کو ضرورت سے زیادہ کھولنا بھی ہرگز کارِ خیر نہ ہو گا۔

☆ ☆ ☆

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے بارے میں مولانا اصلاحی مرحوم و مغفور کے جو خطوط "تدبر" کے مذکورہ شمارے کی زینت بنائے گئے ہیں وہ سب کے سب دراصل اُس دَور سے متعلق ہیں جب بعض وجوہات کی بنا پر مولانا مرحوم محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے سخت کبیدہ خاطر تھے اور ان کے قلب و ذہن پر غیظ و غضب کے باعث جھنجلاہٹ سی طاری تھی۔ بعض اصولی علمی اختلافات کے ساتھ ساتھ مولانا کے غصے کی آگ کو بھڑکانے اور محترم ڈاکٹر صاحب کے خلاف کان بھرنے میں ان کے بعض شاگردوں کا بھی حصہ تھا کہ جو ڈاکٹر صاحب کے ساتھ مولانا کے قرب اور مشفقانہ تعلق کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور وہی عناصر ہیں جنہوں نے اب مولانا کے انتقال کے بعد بھی ڈاکٹر اسرار احمد سے اپنے بغض کا اظہار اس صورت میں کیا ہے کہ ان کے بارے میں مولانا کے وہ خطوط "تدبر" میں شائع کر دیئے ہیں جن میں مولانا نے محترم ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اپنے اختلافات کے حوالے سے ان کے بارے میں سخت ترین الفاظ استعمال کئے ہیں ـــــ ان دونوں قابل احترام بزرگوں کے تعلقات میں پہلی نمایاں دراڑ اُس وقت پڑی جب ۱۹۷۲ء میں محترم ڈاکٹر صاحب نے انجمن کے قیام کا فیصلہ کیا اور اس کے انتظامی ڈھانچے کو مغربی طرز کی جمہوریت پر اُستوار کرنے کی بجائے اس میں اپنے لئے حق استرداد کو محفوظ رکھا۔ مولانا شدت کے ساتھ جمہوری طرز کی اجتماعیت کے قائل تھے۔ مزید برآں وہ اس بات پر بھی محترم ڈاکٹر صاحب سے شاکی رہتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب اپنے دل میں تصوف کے لئے نرم گوشہ بھی رکھتے تھے اور قرآن کانفرنس میں مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کو شرکت کی دعوت دیتے تھے۔ بہرکیف ۱۹۷۲ء کے بعد سے اختلافات کی

یہ خلیج بڑھتی گئی، لیکن مولانا کی جانب سے اس میں شدت اس وقت پیدا ہوئی جب محترم ڈاکٹر صاحب نے بعض احباب کے سوال کے جواب میں ۱۹۷۶ء میں مولانا محترم سے اپنے "وصل اور فصل" کی داستان اور فصل کے اسباب کو ایک مضمون کی صورت میں میثاق میں شائع کیا ـــــ یہاں ہم دل پر پتھر رکھ کر یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ مولانا اپنی تمامتر خوبیوں اور تبحر علمی کے باوجود مزاجاً مغلوب الغضب انسان تھے' (اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں سے درگزر فرمائے اور انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے) اور غصے کی کیفیت میں ان کی سوچ ہی نہیں رویّہ بھی نہایت غیر متوازن ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ان خطوط میں مولانا کا یہ مزاجی عدم توازن پوری شدت کے ساتھ جھلکتا نظر آتا ہے۔ ان کے قریبی احباب اور بالخصوص وہ احباب جنہیں جماعت اسلامی کے رکن کی حیثیت سے مولانا کی ایک طویل عرصہ تحریکی رفاقت بھی حاصل رہی اور بعد میں جماعت سے الگ ہونے کے بعد بھی جو مولانا کے ساتھ اس توقع کی بنا پر وابستہ رہے کہ شاید وہ خود اب فریضۂ اقامت دین کی ادائیگی کے لئے کوئی تحریکی قافلہ ترتیب دے کر اس کے امیر اور داعی کے طور پر ان کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں گے' اچھی طرح جانتے ہیں کہ مولانا کی یہ مزاجی کمزوری ہی ان کی اس ناکامی کا باعث بنی تھی کہ وہ جماعت سے علیحدگی کے بعد کوشش کے باوجود کوئی تحریکی قافلہ ترتیب نہیں دے پائے اور بالآخر اس بھاری پتھر کو چوم کر انہوں نے رکھ دیا اور اس بارِ گراں کو اٹھانے کی کوشش ہمیشہ کے لئے ترک کر دی۔

مولانا کے ان خطوط کو پڑھ کر ایک عام قاری بھی ان کی اس مزاجی کمزوری اور عدم توازن کو محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا' بلکہ سچی بات یہ ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب کے لئے جو پیرایۂ بیان انہوں نے اختیار فرمایا اور جس درجے مبتذل الفاظ استعمال فرمائے ہیں اس سے قاری کے ذہن میں مولانا کا اپنا مقام و مرتبہ سخت طور پر مجروح ہوتا ہے۔ اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ایک ایسے شخص کے بارے میں جس کے ساتھ مولانا کی ۲۵ برس تک نہایت قریبی رفاقت رہی' جس نے ہمیشہ مولانا سے اپنی علمی استفادے کا کھلے الفاظ میں اعتراف کیا' جن پر مولانا کو اتنا اعتماد تھا کہ اپنا جریدہ "میثاق" خود اس کے حوالے کیا اور جس نے تفسیر تدبر قرآن سمیت ان کی تمام کتابیں اپنے ذاتی اشاعتی ادارے کے تحت شائع کر کے مولانا اور ان کے قرآنی فکر کے ساتھ اپنی شدید ذہنی و قلبی وابستگی کا عملی ثبوت دیا اور جس کی ذہانت' صلاحیت اور غلبہ و اقامتِ دین کی تحریک کے ساتھ اس کی کمٹمنٹ کے خود مولانا

سب سے بڑے معترف رہے ـــــ اور یہ انتہائی قریبی دو طرفہ تعلق ایک دو برس نہیں پورے ۲۵ برس تک قائم رہا ـــــ یکایک مولانا کو اس شخص میں کیا نظر آگیا کہ وہ ان کے نزدیک مبغوض ترین شخص بن گیا؟ ـــــ اور جس کا اپنے خطوط میں ذکر کرتے ہوئے مولانا کا قلم احتیاط کی حدود کو ہی نہیں پھلانگتا' درجۂ ثقاہت سے بھی گر جاتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اسی مزاجی کمزوری کے سوا جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں' ان کے رویئے کی کوئی اور تاویل ممکن نہیں۔

ہم حیران ہیں کہ "تدبر" کے فاضل مدیر نے محترم ڈاکٹر صاحب کے خلاف مولانا کے اظہارِ بغض پر مبنی وہ "شاہکار" خط کیوں شائع نہ کیا جو مولانا نے کسی مقامی امام مسجد کے استفسار کے جواب میں ۲۶/ اپریل ۷۸ء کو تحریر فرمایا تھا اور جسے خطوط کے اس سلسلے کا "نقطۂ عروج" قرار دینا غلط نہ ہو گا۔ اس لئے کہ اس خط میں انہوں نے محترم ڈاکٹر صاحب کے خلاف سخت ترین الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے کہ جب محترم ڈاکٹر صاحب کا ہفتہ وار درس لاہور شہر کے مرکزی مقام مسجد شہداء میں اتوار کی صبح ہوتا تھا اور اس میں حاضری عام طور پر پانچ صد سے بھی متجاوز ہوتی تھی۔ اس درس کا چرچا اور اس کی جانب لوگوں کے غیر معمولی رجوع کو دیکھ کر ہمارے روایتی علماء کے ایک حلقے میں تشویش کی ایک لہر دوڑ گئی تھی جن کے اپنے درس کے حلقے خانہ ویرانی کا سماں پیش کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے محترم ڈاکٹر صاحب کی مخالفت پر کمر کس لی اور اس "بغضِ معاویہ" کا یہ عجیب و غریب مظہر سامنے آیا کہ مولانا مرحوم ان روایتی علماء سے تمامتر علمی اور مسلکی اختلافات کے باوجود' اس مہم میں ان کے ہمنوا ہی نہیں سرخیل بن گے۔ چنانچہ مولانا کا وہ خط ہزاروں کی تعداد میں طبع کروا کے مہم کے انداز میں لاہور شہر میں بڑے پیمانے پر پھیلایا گیا ـــــ "تدبر" کی مذکورہ اشاعت میں مولانا کے اس مشہورِ زمانہ خط کو شائع نہ کرنے کا سبب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس خط کے ذریعے خود مکتوب نگار کا شخصی امیج شدید طور پر مجروح ہوتا ہے ـــــ شاید بعض احباب کو یاد ہو گا کہ اس خط کی اشاعت اور تشہیر کے بعد مولانا وصی مظہر ندوی نے ' جن کا دوستانہ رابطہ بیک وقت مولانا اصلاحی اور محترم ڈاکٹر صاحب دونوں کے ساتھ تھا' اپنے ایک مضمون میں مولانا کے اس رویئے پر گہرے تاسف اور رنج کا اظہار کیا تھا اور مولانا کے طرزِ عمل کو نہایت نامناسب قرار دیتے ہوئے محترم ڈاکٹر صاحب کا بھرپور دفاع کیا تھا۔ مولانا ندوی کا یہ مضمون اگست ۷۸ء کے میثاق میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مولانا نے اپنے مذکورہ خطوط میں محترم ڈاکٹر صاحب پر یہ الزام بھی عائد کیا ہے کہ انہوں نے مولانا کا ایک جعلی خط مولانا کی جانب منسوب کیا۔ گزارش احوال یہ ہے کہ جب مولانا اور ڈاکٹر صاحب کے مابین اختلافات میں شدت پیدا ہو گئی تو جماعت اسلامی سے علیحدہ ہونے والوں میں ایک محترم شخصیت سردار اجمل خان لغاری نے مصالحت کی کوشش کے ضمن میں مولانا سے بذریعہ خط و کتابت سلسلہ جنبانی کا آغاز کیا۔ اس دو طرفہ خط و کتابت میں مولانا نے ایک خط لغاری صاحب کے نام تحریر کیا جس کی نقل لغاری صاحب مرحوم نے محترم ڈاکٹر صاحب کو بھی بھجوا دی۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے کسی مضمون میں مولانا کے اس خط کا تذکرہ کر دیا تو مولانا نے اس خط کے مندرجات سے صاف انکار کیا اور اس خط کو جعلی قرار دیا۔ مولانا کے اس انکار کے نتیجے میں سردار اجمل خان لغاری مرحوم کی پوزیشن خراب ہوئی تو انہوں نے مولانا کو خط لکھا جس میں اس مصرعے کے حوالے سے کہ ؂ "جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی" تحریر کیا کہ مولانا آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے' آپ کا وہ اصل خط اب تک میرے پاس محفوظ ہے جسے آپ جعلی قرار دے رہے ہیں۔ اس پر مولانا محترم نے لغاری صاحب سے خط و کتابت کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ اس واقعے کا ذکر جولائی ۷۸ء کے میثاق میں موجود ہے' لیکن اس کے بعد مولانا کی جانب سے لغاری صاحب کی تردید میں کوئی خط یا مضمون سامنے نہیں آیا۔

مولانا نے اپنے ان خطوط میں سے بعض میں اپنے اس ارادے کا اظہار بھی کیا ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب محترم کے خلاف "اسرار نامہ" کے عنوان سے ایک کتابچہ مرتب کروانا چاہتے ہیں تاکہ ان کے بقول "قادیانی طرز کے اس فتنے" کا سدباب کیا جا سکے۔ چنانچہ مولانا کی اس خواہش کو باقاعدہ عملی جامہ پہنایا گیا اور اس "نیک کام" کو سرانجام دینے کی سعادت "تدبر" کے مدیر شہیر خالد مسعود صاحب کے حصے ہی میں آئی۔ یہ کتابچہ بھی اس تشہیری مہم کا اہم آرگن بن گیا جو بعض "فقیہانِ شہر" نے محترم ڈاکٹر صاحب اور ان کے درسِ قرآن کے خلاف بڑی شدّ و مد سے چلائی تھی۔ چنانچہ اس کتابچہ کو بھی ہزاروں کی تعداد میں لاہور شہر میں بڑے اہتمام کے ساتھ پھیلایا گیا ___ قبل ازیں مولانا کے ان مخالفانہ خطوط کا ترکی بہ ترکی جواب دینے سے محترم ڈاکٹر صاحب اس لئے احتراز کرتے رہے کہ مولانا کا ادب و احترام مانع تھا۔ چنانچہ جولائی ۷۸ء کے میثاق میں بھی جبکہ مولانا کے شدید مخالفانہ خطوط منظر عام پر آ چکے تھے' مولانا کے خطوط کا تاسف بھرے لہجہ میں ذکر کرتے ہوئے محترم ڈاکٹر صاحب نے "عرضِ

احوال" میں لکھا تھا کہ :

"ان خطوط کے بارے میں جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے ہم فی الحال کچھ عرض کرنا نہیں چاہتے' البتہ مولانا اصلاحی کی خدمت میں یہ گزارش کرنے کو ضرور جی چاہتا ہے کہ بہتر یہی ہے کہ وہ اب بھی اپنے طرز عمل پر نظر ثانی فرمالیں ورنہ اگر بات بڑھی تو قرآن مجید نہ صرف یہ کہ ﴿لاَ یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلاَّ مَنْ ظُلِمَ﴾ کی رخصت عطا فرماتا ہے بلکہ ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ﴾ کا حکم بھی دیتا ہے"۔

لیکن "اسرار نامہ" کی طباعت اور اس کی بڑے پیمانے پر اشاعت کے نتیجے میں وہ پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے دست راست شیخ جمیل الرحمٰن صاحب نے محترم ڈاکٹر صاحب کے دفاع میں ایک مفصل' مبسوط اور مسکت جواب تحریر کیا جس میں ان تمام الزامات کی قلعی کھول دی گئی تھی جو مذکورہ کتابچے میں ڈاکٹر صاحب پر لگائے گئے تھے۔ یہ مدلل اور مبسوط مضمون "اظہارِ حقیقت" کے عنوان سے ۱۶۰ صفحات پر مشتمل کتاب کی صورت میں شائع کیا گیا جس کی چند کاپیاں اب تک محفوظ ہیں۔ اگرچہ مولانا اصلاحی نے اپنے کسی خط میں لکھا ہے کہ "اسرار نامہ" کا جواب دینا ڈاکٹر اسرار یا ان کے کسی ارادت مند کے بس کی بات نہ ہو گی لیکن مولانا کا یہ اندازہ نہ صرف یہ کہ غلط ثابت ہوا بلکہ "اظہارِ حقیقت" کی اشاعت کے بعد ڈاکٹر صاحب اور ان کی قرآنی تحریک کے خلاف یہ ساری منفی مہم بتاشے کی طرح بیٹھ گئی اور مولانا کے شاگردوں میں سے کسی کو اس کا جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی۔

قارئین! ہم اس "گزارشِ احوالِ واقعی" پر اس لئے مجبور ہوئے ہیں کہ مولانا مرحوم کے ان متنازعہ خطوط کی "تدبر" میں اشاعت کے بعد اپنے دفاع میں اس مختصر سی وضاحت کے سوا ہمارے لئے کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ اس لئے کہ ان مخالفانہ خطوط کی زد کسی فردِ واحد پر نہیں بلکہ رجوع الی القرآن کی اس تحریک پر اور غلبہ و اقامت دین کی خاطر ترتیب دیئے گئے اس قافلۂ تنظیم پر پڑتی ہے جو بحمد اللہ پوری ثابت قدمی اور مستقل مزاجی کے ساتھ اپنے ہدف کی طرف رواں دواں ہے۔ ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے مجمل ترین انداز میں وضاحت کریں تاکہ وہ تلخ باب کم سے کم وا ہو جسے مولانا مرحوم کے لئے ہرگز سرمایۂ افتخار قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ہم ابتدا میں ہی عرض کر چکے ہیں کہ ہمارے اس وضاحتی مضمون سے اگر مولانا کی ذات پر کوئی حرف آتا ہے اور "اُذْكُرُوْا مَوْتَاكُمْ بِالْخَيْرِ" کی نبوی ہدایت کو ملحوظ رکھنے میں ہم سے کسی کوتاہی کا صدور ہوتا ہے تو ہم اس پر اللہ کی جناب میں تہہ دل سے استغفار کرتے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ اللہ کے ہاں ہمارا عذر مقبول ہو گا' لیکن اس معاملے کی اصل ذمہ داری بہر صورت مدیر "تدبر" پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے اس معاملے کو از سر نو چھیڑ کر مولانا کے امیج کو مجروح کرنے کا خود سامان کیا ہے۔ ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ان خطوط کی اشاعت کے ذریعے ان کے شاگردِ رشید نے "علمی خدمت" کی آڑ میں جو تخریبی کارروائی کی ہے اس پر خود مولانا مرحوم کی روح بھی مضطرب' بے چین اور ناخوش ہو گی۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ مدیر تدبر کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہو گا۔

الحمدللہ کہ محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے دروسِ قرآن اور ان کے پیش کردہ قرآن کے انقلابی فکر کو اللہ نے اس درجے شرف قبول سے نوازا ہے کہ ان کی صدائے بازگشت اب آڈیو' وڈیو کیسٹوں اور انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا بھر میں سینکڑوں ہزاروں نہیں' لاکھوں انسانوں تک پہنچ رہی ہے۔ مولویوں کے ایک مخصوص گروہ اور مولانا مرحوم کے تلامذہ نے اس قرآنی تحریک کے خلاف جو شدید مخالفانہ مہم شروع کی تھی وہ بہت جلد اپنی موت آپ مر گئی اور خدمت قرآنی کا یہ کام نہ صرف جاری رہا بلکہ اللہ کے فضل و کرم سے نہایت وسعت پذیر ہوا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مولانا کی جانب سے اس شدّتِ مخالفت اور زود رنجی میں بھی کمی واقع ہو گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ۷۸ء کے بعد اس موضوع پر ان کا کوئی خط "تدبر" میں شامل نہیں ہے۔ ان کی حیاتِ دُنیوی کے آخری سالوں میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد ان کی عیادت کے لئے وقفے وقفے سے تشریف لے جاتے رہے۔ اس دوران میں مولانا کی طبیعت اتار چڑھاؤ کا شکار رہی' تاہم عیادت کے حوالے سے مولانا سے ملاقات کا سلسلہ ان کی وفات تک جاری رہا۔ مولانا مرحوم کے جنازے میں بھی امیر تنظیم اپنے متعدد رفقاء سمیت شریک ہوئے۔ مولانا کے لئے دعائے مغفرت پر ہم اس تحریر کو ختم کرتے ہیں۔ اللّٰھم اغفر لہ' وارحمہ' وادخلہ فی رحمتك وحاسبہ حسابًا یسیرًا

☆ ☆ ☆

تصویر کا دوسرا رُخ

یادش بخیر' مولانا اصلاحی مرحوم کا ۶/ اپریل ۷۸ء کا تحریر کردہ وہ "شاہکار" خط اور خالد مسعود صاحب کا مرتب کردہ "اسرار نامہ" جب ایک مخالفانہ مہم کی صورت میں لاہور کی تمام بڑی مساجد اور محترم ڈاکٹر صاحب کے حلقۂ احباب میں پھیلایا گیا تو فطری طور پر ان طالبانِ قرآن میں بھی تشویش کی لہر دوڑ گئی جو بڑے ذوق و شوق سے مسجد شہداء میں امیر تنظیم کا درس سننے کیلئے آیا کرتے تھے۔ اس موقع پر صورتحال کی وضاحت کیلئے مسجد شہداء کے شرکاءِ درس میں سے ایک صاحب کی جانب سے "وہ بھی دیکھا' یہ بھی دیکھ" کے عنوان سے ایک چار ورقہ طبع کرایا گیا جس میں جوابی وضاحت کے علاوہ مولانا کی اپنی تحریروں سے ان اقتباسات کو بھی جمع کیا گیا تھا جن میں مولانا نے ڈاکٹر صاحب کے بارے میں نیک جذبات و توقعات کا اظہار کیا ہے اور جن کے ذریعے اس قریبی تعلق کی شدت کی عکاسی ہوتی ہے جو ۲۵ برس تک دونوں بزرگوں کے درمیان قائم رہا۔ ذیل میں ان اقتباسات کو ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔

مولانا کی تحریروں سے ان اقتباسات کی ضرورت اس لئے بھی محسوس کی گئی ہے کہ "تدبر" اپریل ۹۸ء کے شمارے میں شامل ایک مضمون میں محترم ڈاکٹر صاحب پر یہ الزام بھی عائد کیا گیا ہے کہ "وہ مولانا کے جاری کردہ "میثاق" پر قابض ہو گئے تھے"۔ ہم حیران ہیں کہ "تدبر" کے فاضل مدیر نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ الزام سراسر بے بنیاد اور خلاف واقعہ ہے' اسے بغیر کسی وضاحتی نوٹ کے اپنے جریدے میں شائع کردیا۔ مولانا کی زیر نظر تحریروں میں سے ایک تحریر کے ذریعے جو اگست ۶۷ء کے میثاق میں شائع ہوئی تھی' اس امر کی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے کہ "میثاق" محترم ڈاکٹر صاحب نے کسی "سازش" کے تحت مولانا سے حاصل نہیں کیا تھا بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ مولانا کا جاری کردہ یہ شمارہ مالی پریشانیوں کے باعث انقطاع اشاعت کا شکار تھا' اور محترم ڈاکٹر صاحب خود اپنے لئے "الرسالہ" کے عنوان سے ایک ماہانہ جریدے کا ڈکلریشن بھی حاصل کر چکے تھے لیکن جب مولانا کے علم میں یہ بات آئی تو انہوں نے خود اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ محترم ڈاکٹر صاحب "میثاق" کو اپنے شمارے کے طور پر شائع کریں تاکہ اس جریدے کا تسلسل برقرار رہے۔ چنانچہ محترم ڈاکٹر صاحب کے "الرسالہ" کا ڈکلریشن ضائع کردیا اور مولانا کی خواہش کی تعمیل میں "میثاق" کی ادارت سنبھال لی۔

یہ اطلاع بھی قارئین کیلئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ انڈیا کے مشہور دینی سکالر مولانا وحید الدین خان اُن دنوں محترم ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کیلئے لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے جب "الرسالہ" کا ڈکلریشن ضائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو مولانا موصوف نے "الرسالہ" کے نام سے دہلی سے اپنے جریدے کے اجراء کا فیصلہ کیا۔ (ادارہ)

(ا) دسمبر ۵۶ء میں جماعت اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں ڈاکٹر صاحب کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے اصلاحی صاحب نے کہا :

"اگرچہ اس شخص نے خود مجھ پر بہت سخت تنقید کی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ مجھے اس سے خوشی ہی ہوئی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمام اراکین شوریٰ اس بیان کو پڑھیں، حقیقت یہ ہے کہ اس شخص نے ہماری ہی تحریروں سے مرتب کرکے ایک آئینہ ہماری نگاہوں کے سامنے لا رکھا ہے، جس میں ہم اپنی موجودہ صورت دیکھ سکتے ہیں...."

(ماخوذ از "میثاق" لاہور، اگست ۶۶ء، زیر سرپرستی مولانا امین احسن اصلاحی)

(۲) دسمبر ۵۸ء کے مرقومہ ایک "محبت نامے" سے اقتباس جو اصلاحی صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو کراچی ارسال کیا جبکہ وہ منٹگمری (ساہیوال) سے جماعت اسلامی کے ایک اور سابق رکن ڈاکٹر عثمانی صاحب کے ساتھ اشتراک عمل کے ارادے سے کراچی منتقل ہو گئے تھے:

"آپ کے اس خفیہ اقدام کی اطلاع سیال صاحب سے مجھے ہو چکی تھی۔ بہرحال جو کچھ آپ نے کیا، اچھا کیا۔ خدا کرے آپ کے مقاصد وہاں پورے ہوں اور آپ کو وہاں دلجمعی کے ساتھ کچھ لکھنے پڑھنے کی فرصت ملے۔ ڈاکٹر صاحب کی رفاقت ان شاء اللہ آپ کیلئے موجب خیر و برکت ہوگی۔ فرزانوں کے ساتھ نباہ مشکل ہوتا ہے، دیوانے گزارا کر جاتے ہیں۔ آپ دونوں دیوانے ہیں ؏ خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو! مجھے جو احساس ہے وہ صرف یہ کہ آپ مجھ سے دور ہو گئے۔ آپ سے ایک قلبی لگاؤ سا ہو گیا ہے، اس وجہ سے اس بات سے تھوڑی سی تکلیف ہے کہ میں نے جتنا ہی کھینچنا چاہا، اُتنے ہی آپ کھنچتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ کھنچتے کھنچتے کراچی پہنچ گئے۔ خیر صاحب! جہاں رہو، سلامت رہو اور دعاؤں میں ہمیں بھی یاد رکھو.....!"

(۳) مئی ۶۲ء میں "میثاق" کے ادارتی صفحات میں ساہیوال میں ڈاکٹر صاحب کی دینی سرگرمیوں اور ان میں اپنے تعاون کا ذکر کرتے ہوئے اصلاحی صاحب لکھتے ہیں (واضح رہے کہ اُس وقت "میثاق" کے مالک بھی اصلاحی صاحب ہی تھے اور مدیر بھی!):

"ہمارے عزیز بھائی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے منٹگمری شہر میں کچھ عرصہ سے ایک حلقہ مطالعۂ قرآن جاری کر رکھا ہے۔ اس کے زیر اہتمام ہفتہ وار درسِ قرآن بھی ہوتا ہے اور وقتاً فوقتاً اسلامی مباحث پر علمی و تحقیقی لیکچروں کیلئے باہر کے اصحابِ علم کو بھی دعوت دی جاتی ہے۔ اسی دعوت پر دو مختلف وقتوں میں دو لیکچر "تدبر قرآن کے آداب و شرائط" اور "قرآن کا فلسفۂ تاریخ" کے عنوان سے راقم کو بھی دینے کے مواقع نصیب ہوئے۔ ان دونوں لیکچروں میں شہر کے ذہین طبقہ کی ایک اچھی تعداد نے شرکت کی اور تقریروں سے پوری دلچسپی لی۔ یہ تقریریں ٹیپ ریکارڈر پر محفوظ بھی کر لی گئی ہیں اور حلقہ کی طرف سے افادۂ عام کی غرض سے ان کی اشاعت کی بھی سکیم ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ شہر کے تعلیم یافتہ طبقہ کی دلچسپی برابر اس حلقہ کے ساتھ بڑھ رہی ہے اور قرآن

سے استفادہ کرنے والوں کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے نہایت مفید اور بابرکت کام کی بنیاد ڈالی۔ یہ دَور اسلام کی غربت کا دور ہے' اس دَور میں اللہ کے جس بندے سے دین کی جو خدمت بھی بن آئے اس میں اپنا تن من دھن لگا دے۔ آج چھوٹی چھوٹی خدمتوں کا بھی ان شاء اللہ وہ اجر ملے گا جو کل بڑی بڑی خدمتوں ہی کیلئے مخصوص تھا' شرط صرف قربانی اور اخلاص نیت کی ہے ـــــ ڈاکٹر صاحب نے اس کام کے ساتھ ساتھ ایک اور نہایت ہی مفید اور قابل تقلید کام کی بنیاد رکھی ہے ـــــ یہ ہے ایک اسلامی دار الاقامہ کا قیام۔ اس دار الاقامہ کا مقصد ان طلبہ کیلئے اسلامی تعلیم و تربیت کی تمام ضروری سہولتیں مہیا کرنا ہے جو مقامی کالج میں زیر تعلیم ہیں....."

(۴) اگست ۶۶ء میں جب اصلاحی صاحب "میثاق" کو جاری رکھنے میں ناکام ہو گئے اور مجبوراً پرچہ ڈاکٹر صاحب کے حوالے کیا (درآں حالیکہ ڈاکٹر صاحب اپنے لئے "الرسالہ" کے نام سے علیحدہ ڈکلریشن حاصل کر چکے تھے) تو حسب ذیل تحریر لکھی جو "میثاق" بابت اگست ۶۶ء میں شائع ہوئی :

"......اب میں نے بہت سوچ بچار کے بعد رسالے کو کلیۃً برادرم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے حوالہ کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب سلمہ ایک ذہین' سرگرم' اسلامی ذہن و فکر رکھنے والے نوجوان اہل قلم ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ نہ صرف رسالے کو پابندی کے ساتھ جاری رکھ سکیں گے بلکہ میں ان کی محنت اور قابلیت سے یہ توقع بھی رکھتا ہوں کہ وہ صوری اور معنوی دونوں ہی اعتبار سے اس کے معیار کو اونچا کریں گے۔ دعا کیجئے کہ میری یہ توقع پوری ہو۔ ڈاکٹر صاحب ابتداء سے نہ صرف اس کے قدر دانوں میں سے ہیں بلکہ برابر اس کے معاونوں میں سے رہے ہیں۔ جس مقصد کیلئے یہ پرچہ نکالا گیا تھا وہ جس طرح مجھے عزیز ہے اسی طرح انہیں بھی عزیز ہے۔ اس وجہ سے مقصد کے معاملے میں بھی کسی رجعت یا انحراف کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ بلکہ توقع یہ ہے کہ اس پہلو سے بھی اس میں ترقی ہوگی۔ جو رفقاء اب تک اپنے قلمی تعاون سے میرا ہاتھ بٹاتے رہے ہیں وہ ان شاء اللہ بدستور ڈاکٹر صاحب کا بھی ہاتھ بٹاتے رہیں گے۔

اس سلسلے میں یہ خوشخبری سنانے کی سعادت بھی حاصل کر رہا ہوں کہ میری تفسیر "تدبر قرآن" کی پہلی جلد کی کتابت شروع ہو گئی ہے۔ یہ جلد سورۂ فاتحہ' بقرہ اور آل عمران کی تفسیر پر مشتمل ہوگی۔ صفحات کا اندازہ کم و بیش ایک ہزار ہے۔ اپنے امکان کے حد تک کاتب اچھا تلاش کیا گیا ہے اور چھپائی آفسٹ کی ہوگی۔ توقع ہے کہ کتاب اچھی بھی چھپے گی اور جلد بھی۔ یہ خدمت بھی ڈاکٹر صاحب کے ہاتھوں انجام پا رہی ہے۔ دعا کیجئے کہ

اللہ تعالیٰ یہ کام تکمیل کو پہنچائے اور آگے کے کام کیلئے عزم و حوصلہ نصیب ہو۔"

(۵) جولائی ۶۸ء میں "تدبر قرآن" جلد اول کی طباعت کے بارے میں اصلاحی صاحب کے قلم سے نکلی ہوئی ایک تحریر جو "میثاق" بابت جولائی ۶۸ء میں شائع ہوئی :

"..... لیکن واقعہ یہ ہے کہ کتاب کے ناشر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سلمہ نے کتاب کی طباعت و کتابت اور اس کی تحسین و تزئین پر اتنی فیاضی سے روپیہ خرچ کیا ہے کہ اس میں تجارتی پہلو بالکل نظر انداز ہو گیا ہے۔ ہر مصنف یہ چاہتا ہے کہ اس کی کتاب بہت اچھی چھپے۔ میرے اندر بھی دنیا کی دوسری خواہشوں کی طرح یہ خواہش موجود ہے۔ اس وجہ سے مجھے کتاب کو اس اہتمام سے چھپتے دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ اور میں نے ڈاکٹر صاحب کے ذوق و شوق میں کوئی مداخلت پسند نہ کی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کتاب تو بحمد اللہ اچھی چھپ گئی' جو بھی دیکھتا ہے اس کی تعریف کرتا ہے' لیکن کاروباری پہلو سے اس کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ اس پر لگی ہوئی ساری رقم اگر واپس آجائے' جس کی کوئی توقع نہیں ہے' تو اس رقم سے دوسری جلد کی طباعت کا انتظام ہو جائے گا....."

(۶) مارچ ۷۱ء : ۱۵ مارچ ۷۱ء کی تحریر جو تدبر قرآن' جلد دوم کے دیباچہ میں شامل ہے :

"تدبر قرآن کی دوسری جلد کی اشاعت کی نوبت بھی آہی گئی' برادر عزیز ڈاکٹر اسرار احمد سلمہ کتاب کے تمام قدر دانوں کے شکریہ اور ان کی تحسین کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نہایت نامساعد حالات کے اندر نہ صرف یہ کہ کتاب کی طباعت کا انتظام کیا بلکہ اس کیلئے اہتمام بھی وہی کچھ کیا جو پہلی جلد کیلئے کیا تھا۔ اس کتاب کی اشاعت سے مقصود الحمد للہ نہ ان کے سامنے تجارت ہے نہ کتاب کے مصنف کے سامنے۔ مقصود صرف قرآن کی خدمت ہے' اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور جلد وہ وقت لائے کہ اس کی بقیہ جلدوں کی اشاعت کی سعادت بھی حاصل ہو۔"

(۷) جولائی ۷۲ء میں ڈاکٹر صاحب کے کتابچے "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" کی طبع ثانی میں شائع شدہ "تقریظ" از قلم مولانا امین احسن اصلاحی :

"یہ رسالہ' جیسا کہ اس کے نام سے واضح ہے' برادرم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سلمہ' نے ان حقوق و فرائض کی تشریح کے مقصد سے لکھا ہے جو ایک مسلمان پر قرآن سے متعلق عائد ہوتے ہیں۔ اس زمانے میں قرآن پر ایمان کے مدعیوں کی کمی نہیں ہے لیکن یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اس ایمان کے تقاضے اور مطالبے کیا ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سلمہ نے قرآن کے دلائل کی روشنی میں ان تقاضوں اور مطالبوں کی تشریح کی ہے اور بیک نظر محسوس ہوتا ہے کہ نہایت خوبی اور جامعیت کے ساتھ تشریح کی ہے۔ اندازِ بیان نہایت دلنشین' دلائل نہایت محکم اور اسلوبِ خطاب نہایت ہی مؤثر اور

دردمندانہ ہے۔ ہر مسلمان جو قرآن کے ساتھ اپنے تعلق کو صحیح بنیاد پر قائم کرنا چاہتا ہے' اس رسالے میں بہترین رہنمائی پائے گا۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کے قلم میں برکت دے کہ وہ ایسی بہت سی چیزیں لکھنے کی توفیق پائیں۔ ہماری بہت سی عزیز امیدیں ان سے وابستہ ہیں۔"

(۸) اگست ۷۲ء میں جامع مسجد خضراء سمن آباد میں دس روزہ تربیت گاہ منعقد ہوئی جس میں ڈاکٹر صاحب نے "مطالعۂ قرآن حکیم کے منتخب نصاب" کا سلسلہ وار درس دیا اور مولانا عبد الغفار حسن صاحب نے درس حدیث دیا۔ اس کے افتتاحی اجلاس منعقدہ ۱۳/اگست ۷۲ء سے مولانا اصلاحی صاحب نے خطاب کیا اور فرمایا :

"بھائیو! میں سب سے پہلے اس حقیقت کا اظہار کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اس اجتماع میں برکت دینے کے لئے نہیں بلکہ برکت لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں.... لیکن میرے عزیز بھائی شیخ سلطان احمد صاحب اور برادر عزیز ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی مجھے یہ خواہش بھی معلوم ہوئی کہ میں آپ کے سامنے تقریر بھی کروں' تو میں نے ان کی خواہش کی تعمیل ضروری سمجھی...." (ماخوذ از : میثاق اگست ۷۲ء)

بقیہ : عرضِ احوال

ہے کہ اس اجتماع کو تنظیم اسلامی اور اس کے رفقاء کے حق میں زیادہ سے زیادہ مفید اور نفع بخش بنادے۔ (آمین)

کراچی میں تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کے انعقاد کا یہ پہلا موقع ہے۔ اس سے پہلے قریباً تمام مواقع پر اہل کراچی اجتماع میں شرکت کی خاطر طویل سفر کر کے لاہور پہنچتے تھے۔ اس بار رفقاء کراچی میزبانی کے فرائض انجام دیں گے اور پاکستان کے دیگر علاقوں کے رفقاء طویل مسافت طے کر کے کراچی پہنچیں گے۔ کراچی کے حالات اگرچہ قابل اطمینان تو نہیں ہیں لیکن اہل کراچی اب ان حالات کے عادی ہو چکے ہیں اور اِکا دُکا دہشت گردی کے واقعات ان کے لئے معمول کا درجہ اختیار کر چکے ہیں۔ الحمد للہ کہ رفقاء کراچی پوری جانفشانی اور لگن کے ساتھ اجتماع کی تیاری میں مصروف ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس اجتماع کو رفقاء یا تنظیم اور تحریک کے لئے ہی نہیں ملک میں جاری غلبہ و اقامت دین کی وسیع تر جدوجہد کے لئے بھی خیر و برکت کا ذریعہ بنادے۔ (آمین)

قرآن حکیم کی قوّتِ تسخیر

اظہارِ تشکراور تحدیثِ نعمت پر مشتمل

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک اہم خطاب

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا یہ فکر انگیز خطاب آج سے ساڑھے چھ سال قبل ایک ایسے موقع پر ہوا تھا جب محترم ڈاکٹر صاحب کے قائم کردہ قرآن کے انقلابی فکر پر مبنی دو اداروں یعنی تنظیم اسلامی اور مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے سالانہ اجتماعات کا انعقاد حسنِ اتفاق سے ایک ہی تاریخوں میں تھا۔ اس خطاب کے ذریعے جہاں ان دونوں تحریکوں کے قیام کے پس منظر پر عمدگی کے ساتھ روشنی پڑتی ہے وہاں قرآن حکیم کا یہ پہلو کہ یہ کتاب اپنے اندر بے پناہ قوتِ تسخیر رکھتی ہے اور فکری و علمی سطح پر عصائے موسیٰ کی طرح تمام باطل نظریات کا قلع قمع کرنے کی صلاحیت اس کے اندر بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے' بھی نہایت خوبصورتی کے ساتھ اجاگر ہوتا ہے۔ اب تنظیم اسلامی کے بائیسویں سالانہ اجتماع کے موقع پر چونکہ پھر یہ صورت بن گئی ہے کہ ماہ نومبر کے پہلے عشرے ہی میں مرکزی انجمن اور تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماعات یکجا ہو گئے ہیں تو مناسب خیال کیا گیا کہ اس خطاب کو اس موقع کی مناسبت سے افادۂ عام کے لئے "میثاق" میں شائع کر دیا جائے۔ (ادارہ)

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کا سالانہ اجلاسِ عام ۲۰/اپریل کی شام کو منعقد ہوا اور اس سے قبل مسلسل چار دن تک تنظیم اسلامی کا سترہواں سالانہ اجتماع جاری رہا۔ یوں سمجھئے کہ تحریکِ قرآنی کے اس قافلے نے جو مرکزی انجمن خدام القرآن کے نام سے محوِ سفر ہے' اپنے زندگی کے بیس برس مکمل کر لئے۔ اسی طرح تنظیم اسلامی کی عمر بھی اب سترہ برس ہو گئی ہے۔ اس عرصے کے دوران جو خیر بھی بن آیا ظاہر بات ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق اور اُس کی نصرت و اعانت کے طفیل ہوا' اِس پر اُس تعالیٰ کا جتنا بھی شکر

ادا کیا جائے کم ہے۔ احباب جانتے ہیں کہ گزشتہ ایک سال کے دوران متعدد مواقع پر میں چند خاص حقائق کے حوالے سے بعض امور پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی شکر ادا کرتا رہا ہوں۔ آج پھر میں چاہتا ہوں کہ انہیں یکجا کر کے اور مرتّب انداز میں آپ کے سامنے پیش کروں۔

تحریک میں تسلسل اور دوام —— ایک لائقِ شکر بات

سب سے پہلا شکر ہم پر اس اعتبار سے واجب ہے کہ ہمارے اس کام میں' جس کے یہ دو نمایاں تنظیمی مظہر ہیں' یعنی انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی' الحمد للہ کہ گزشتہ بیس برس سے تسلسل بھی ہے اور تواتر بھی۔ گو ہماری رفتار کوئی بہت زیادہ تیز نہیں رہی' لیکن اس میں جو تسلسل اور تواتر کا پہلو ہے وہ میرے نزدیک بہت اہمیت کا حامل ہے۔ طوفان کی طرح اٹھنے والی تحریکیں بسا اوقات بہت جلد جھاگ کی مانند بیٹھ بھی جاتی ہیں' لیکن جس کام میں تسلسل اور دوام ہو اور جو پیہم کیا جائے اصل میں وہی پائیدار بھی ہوتا ہے اور اسی کے نتیجے میں کوئی حقیقتاً مؤثر اور وقیع کام سرانجام پا سکتا ہے۔ میں نے حالیہ سالانہ اجتماع کے دوران بھی اس ضمن میں دو الفاظ ایک انگریزی محاورے کے حوالے سے استعمال کئے تھے : i) Slow اور ii) Steady۔ ہمارے اب تک کے کام پر یہ دونوں الفاظ منطبق ہوتے ہیں۔ اس میں یقیناً ہمارے لئے اطمینان بلکہ بشارت کا بہت کچھ سامان موجود ہے اور ہمیں اس پر تہہ دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

اسی طرح شکر کے لائق ایک اور بات یہ ہے کہ ہماری اس اجتماعیت میں اس بیس سال کے عرصے میں کوئی ہنگامہ برپا نہیں ہوا' کوئی بڑا اختلاف رونما نہیں ہوا۔ انجمنوں اور اداروں کی زندگیوں میں بڑے بڑے طوفان آتے ہیں اور ایسے بڑے اختلافات اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں کہ بعض اوقات ادارے کی بساط تک لپیٹنے کی نوبت آ جاتی ہے۔ اس لئے کہ عام طور پر انجمنوں کا نظام بڑا ڈھیلا ڈھالا ہوتا ہے' اس میں بالعموم کچھ سرکردہ شخصیتوں کا ٹکراؤ ہو جایا کرتا ہے اور باہم کھینچ تان عام طور پر جاری رہتی ہے جو نہایت مضر اثرات کی حامل ہوتی ہے۔ الحمد للہ' ثم الحمد للہ ہمارا یہ ادارہ اس نوع کی خرابیوں

سے بالکل محفوظ رہا ہے۔ یہ قرآن اکیڈمی انجمن کی سرگرمیوں کا سب سے بڑا مرکز رہی ہے اور یہاں آس پاس کے رہنے والے بخوبی واقف ہیں کہ ایسا کوئی ناخوشگوار واقعہ الحمد للہ یہاں کبھی پیش نہیں آیا۔ گزشتہ بیس سال کے دوران مرکزی انجمن کے کسی بھی فنکشن میں' خواہ وہ عمومی اجلاس ہو اور خواہ مجلس منتظمہ کی خصوصی میٹنگ ہو' کبھی کوئی تلخی نہیں ہوئی' کبھی کسی تو تکار کی نوبت نہیں آئی۔ یہ اللہ کا بہت بڑا فضل و کرم ہے ـــــ شکر کے بارے میں میں نے بارہا اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ جب تک انسان کو پورا شعور حاصل نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر کتنا بڑا فضل اور انعام ہوا ہے' اُس وقت تک اس کے متناسب اور Proportionate شکر ادا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ادراک اور شعور کہ مجھ پر اللہ کا کتنا بڑا احسان اور کتنا عظیم فضل ہوا ہے' بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جتنا یہ شعور اور احساس گہرا ہو گا جذبۂ تشکّر بھی اتنی ہی گہرائی سے برآمد ہو گا اور اسی قدر قوت کے ساتھ یہ جذبۂ شکر ایک چشمہ کی مانند قلب کی گہرئیوں سے اُبلے گا۔

کم و بیش اسی طرح کا معاملہ الحمد للہ تنظیم اسلامی کا بھی ہے کہ کوئی بڑا اختلاف اور انتشار وہاں بھی رونما نہیں ہوا۔ ظاہریات ہے کہ انسانوں کی جماعت میں کچھ نہ کچھ لوگوں کا اختلاف کرنا یا اِکّادُکّا لوگوں کا جماعت سے علیحدہ ہو جانا بالکل فطری امر ہے' کوئی بھی جماعت اس سے خالی نہیں رہی' یہاں تک کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعتوں میں بھی ایسے لوگ نکل آتے تھے کہ جو ساتھ چھوڑ جاتے تھے' تو تنظیم اسلامی کے اندر بھی اس طرح کے چند واقعات کا ہونا موجبِ حیرت یا باعثِ تشویش نہیں ہونا چاہئے۔ آنحضور ﷺ کی حیاتِ طیّبہ میں کئی مواقع ایسے آئے کہ بعض لوگ متزلزل ہوئے یا ساتھ چھوڑ گئے۔ سیرت کی کتابوں میں یہ بات مذکور ہے کہ واقعۂ معراج کے بعد ایسے متعدد مسلمان جو نئے نئے ایمان لائے تھے اور ابھی ایمان میں پختہ نہیں ہوئے تھے' متزلزل ہو گئے تھے۔ اسی طرح حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے شوہر جو صاحب ایمان تھے اور اپنی اہلیہ سمیت حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے تھے' وہاں جا کر مُرتد ہو گئے۔ شوہر کے مُرتد ہو جانے کے بعد حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا چونکہ اس کے نکاح میں نہیں رہیں تو پھر حضور ﷺ نے ان کی دلجوئی کے لئے مدینہ منورہ سے نکاح کا پیغام بھجوایا' اس لئے کہ وہ قریش کے ایک بہت بڑے سردار

ابو سفیان (رضی اللہ عنہ) کی صاحبزادی تھیں اور اس حوالے سے ان کا جو مقام و مرتبہ تھا اس کے پیش نظر حضور ﷺ نے مناسب سمجھا کہ ان سے خود نکاح کریں۔ آپ کے علم میں ہو گا کہ حضور ﷺ کی طرف سے مہر بھی حضرت نجاشی رحمۃ اللہ علیہ نے ادا کیا تھا۔ اس لئے کہ بوقتِ نکاح حضور ﷺ مدینہ میں تھے اور حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا ابھی حبشہ ہی میں تھیں' وہ پھر بعد میں مدینہ تشریف لائی تھیں۔

بہرحال میں نے یہ چند مثالیں دی ہیں کہ تحریکوں اور جماعتوں میں کچھ نہ کچھ لوگوں کی تو اس طرح آمد و رفت رہتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے دور میں یہ بہت کم تھی اور آج کے دور میں غلبہ و اقامتِ دین کے لئے جو بھی تحریک اُٹھے گی اس میں یقیناً ایسے واقعات نسبتاً زیادہ ہوں گے' لیکن الحمد للہ تنظیم اسلامی کو قائم ہوئے سترہ برس ہو چکے ہیں' اس میں کوئی بڑا ہنگامہ یا کوئی بڑا اختلاف رونما نہیں ہوا' کسی بڑی تعداد میں لوگوں کی اس سے علیحدگی کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا' اور یہ چیز یقیناً ایسی ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا ادراک اور شعور کرتے ہوئے کہ ہمارے اس کام کی رفتار گو کم رہی لیکن اس میں دوام' تسلسل اور تواتر رہا ہے' اپنے قلب کی گہرائیوں سے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ اگر یہ قافلہ اسی دوام اور تسلسل سے چلتا رہے تو میں سمجھتا ہوں کہ زیادہ پائیدار نتائج کے برآمد ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

توازن و اعتدال ـــــ ایک اہم وصف

دوسری بات جس پر ہمیں صمیمِ قلب کے ساتھ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور خاص طور پر میں اپنی ذات کے حوالے سے بار بار اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں' یہ ہے کہ جیسے ہماری تنظیم میں تسلسل اور تواتر موجود ہے اسی طرح یہاں توازن اور اعتدال کا وصف بھی الحمد للہ پایا جاتا ہے۔ یہ وصف اپنی جگہ نہایت ضروری بھی ہے اور اہم بھی۔ اکثر تحریکوں میں یہ ہوتا ہے کہ ایک مرحلے کے بعد جب وہ تحریک دوسرے مرحلے میں داخل ہوتی ہے تو پہلے مرحلے کی اہمیت نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ جیسے ایک انسان جب سیڑھی کے ذریعے چھت پر چڑھ جائے تو پھر سیڑھی کی اہمیت اس کی نگاہ میں نہیں رہتی'

اس لئے کہ جو مقصد اس سے حاصل کرنا تھا وہ حاصل کر لیا۔ الحمد للہ کہ ذاتی طور پر میں اس معاملے کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ میں نے دعوت رجوع اِلی القرآن کا جو کام شروع کیا تھا اس میں ابتدائی چھ سات برس میں نے تن تنہا کام کیا۔ اُس وقت انجمن خدام القرآن کا وجود نہیں تھا۔ اس کے بعد ۱۹۷۲ء میں یہ انجمن قائم ہوئی۔ پھر ۷۵ء میں تنظیم اسلامی کا قیام عمل میں آیا۔ تو درحقیت میرے پیش نظر یہ دو کام ہیں جو قریباً متوازی اور متساوی ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میری زندگی میں ان میں سے کس کو زیادہ اہمیت حاصل ہے' بلکہ یہ کہنا شاید زیادہ مناسب ہو گا کہ ان کا معاملہ ایسے ہی ہے جیسے کہ ایک گاڑی کے دو پہیے ہوتے ہیں۔ ان میں سے پہلے کام کا عنوان "دعوت رجوع اِلی القرآن" ہے جس کے لئے مرکزی انجمن خدام القرآن وجود میں آئی اور دوسرا کام جس کے لئے تنظیم اسلامی تشکیل دی گئی ہے' غلبہ و اقامتِ دین کی جدّ وجہد سے عبارت ہے۔ رفقاء و احباب جانتے ہیں کہ اب بھی میری توانائیوں کا کافی بڑا حصہ پہلے کام یعنی دعوت رجوع الی القرآن میں کھپ رہا ہے۔ ایسا نہیں ہوا کہ میں نے سمجھا ہو کہ اس کام کا تعلق تو میرے جہادِ زندگانی کے ابتدائی مرحلے سے تھا اور اب مجھے تحریک' تنظیم اور انقلاب ہی کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جانا چاہئے۔ الحمد للہ کہ اس معاملے میں میرا طرزِ عمل توازن و اعتدال پر مبنی رہا ہے۔

"اتمامِ نور" اور "غلبۂ دین حق" : گاڑی کے دو پہیّے

اس سال ملتان میں دورۂ ترجمۂ قرآن کے دوران پہلی مرتبہ میرا ذہن اس حقیقت کی جانب منتقل ہوا کہ قرآن مجید میں دو مقامات پر گاڑی کے ان دو پہیّوں کا ذکر ساتھ ساتھ آیا ہے۔ یہ محاورہ کہ گاڑی دو پہیوں پر چلتی ہے اس اعتبار سے بڑا معنی خیز ہے کہ اگر ایک پہیّہ جام ہو جائے گا تو گاڑی گھومنے لگے گی' آگے نہیں بڑھے گی۔ اس کے دونوں پہیّے چل رہے ہوں تو پھر گاڑی کے لئے ممکن ہو گا کہ وہ ایک خطِ مستقیم میں آگے کی طرف پیش قدمی کر سکے۔ گاڑی کے جن دو پہیوں کا میں نے ذکر کیا ہے ان کا تذکرہ سورۃ التوبہ میں بھی اور سورۃ الصف میں بھی بالکل ساتھ ساتھ آیا ہے۔ سورۃ الصف کی یہ آیات تو اکثر

حضرات کو یاد ہوں گی اور ان کا مفہوم بھی ذہن میں ہو گا :

﴿ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ○ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ○ ﴾

اور سورۃ التوبہ کے الفاظ یہ ہیں :

﴿ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ○ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ○ ﴾

ذرا غور کیجئے' قرآن حکیم کے یہ دونوں مقامات اسلوب کے اعتبار سے کتنے مشابہ ہیں' بلکہ الفاظ بھی کم وبیش بالکل ایک سے ہیں' صرف پہلی آیت کے بعض الفاظ ایک دوسرے سے کچھ مختلف نظر آتے ہیں' ورنہ آیت کا مفہوم ایک ہی ہے۔ یہاں دو مقاصد کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے دو ٹوک الفاظ میں فرمایا کہ یہ دونوں کام اب پورے ہو کر رہیں گے چاہے مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو اور چاہے کافروں کو کتنا ہی ناپسند ہو!! ایک مقصد ہے اِتمامِ نور' جس کے لئے سورۃ الصف میں الفاظ آئے : "وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ" کہ اللہ اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے گا خواہ یہ بات کافروں کو کتنی ہی ناپسند ہو۔ اور دوسرا کام یا دوسرا مقصد اگلی آیت میں بیان ہوا' جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کو اس لئے بھیجا ہے کہ وہ دینِ حق کو غالب کرے خواہ یہ چیز مشرکوں کو کتنی ہی ناپسند ہو! ــــــ مؤخر الذکر بات سورۃ التوبہ میں بھی بعینہٖ انہی الفاظ میں آئی ہے' ایک شوشے کا بھی فرق نہیں ہے :

﴿ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ○ ﴾ پہلی آیت میں تھوڑا سا لفظی فرق موجود ہے۔ سورۃ الصف میں فرمایا : "یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا" جبکہ سورۃ التوبہ میں "یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا" کے الفاظ آئے۔ یعنی ایک حرفِ ناصب کی جگہ دوسرا حرفِ ناصب آ گیا۔ اسی طرح سورۃ الصف میں "وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ" کے الفاظ ہیں جبکہ سورۃ التوبہ میں اسی مفہوم کو "وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ"

کے الفاظ میں بیان فرمایا گیا' جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ بہرطور اپنے نور کا اتمام فرما کر رہے گا' خواہ یہ کافروں کو کتنا ہی ناپسند ہو!

گاڑی کے انہی دونوں پہیوں کو سورۃ المائدہ کی اس عظیم آیت میں بھی جمع کیا گیا جو بڑی مشہور ہے اور جس کے بارے میں یہود کے بعض علماء نے کہا تھا کہ اے مسلمانو' یہ آیت جو تمہیں عطا ہوئی ہے اگر ہمیں عطا ہوتی تو ہم اس کے یومِ نزول کو اپنا سالانہ جشن اور سالانہ عید قرار دیتے۔ اس آیت کے الفاظ پر توجہ مرکوز کیجئے۔ فرمایا : ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ وہی دونوں چیزیں یہاں جمع کر دی گئیں : "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" کہ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے "دین" کو کامل کر دیا' یعنی وہ دین حق جس کا غلبہ و اظہار بعثت محمدیؐ کا اصل مقصد ہے' آج مکمل ہو گیا' "وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ" اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام فرما دیا۔ اس سے مراد نورِ ہدایت کا اتمام اور تکمیل ہے جس کا ذکر سورۃ الصف میں "وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ" کے الفاظ میں وارد ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ اتمامِ نور یعنی اتمامِ ہدایت ہی در حقیقت اتمامِ نعمت ہے۔ گویا اصل نعمت ہے ہی نعمتِ ہدایت! دنیا کی کوئی شے نعمت نہیں ہے جب تک نعمتِ ہدایت اس کے ساتھ شامل نہ ہو۔ نعمتِ ہدایت کے بغیر دولت' صحت' اولاد' اقتدار غرضیکہ کوئی شے نعمت نہیں ہے' بلکہ یہ سب عذاب کا موجب بن جانے والی چیزیں ہیں' ان کا غلط استعمال انسان کو ہلاکت و بربادی سے دوچار کر دے گا۔ ہاں اگر ہدایت موجود ہو تو پھر اولاد بھی نعمت ہے' پھر دولت بھی ایک عظیم نعمت سے کم نہیں کہ انسان اسے زیادہ سے زیادہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا۔ اسی طرح ہدایت اگر موجود ہو تو صحت بھی نعمت ہے کہ انسان اللہ کے دین کے لئے بھاگ دوڑ کرے گا' محنت اور مجاہدہ کرے گا۔ نعمتِ ہدایت کے ساتھ ذہانت بھی ایک نعمت شمار ہو گی کہ اس کا استعمال اللہ کے دین کے لئے ہو گا' ورنہ یہی ذہانت انسان کو Evil Genius بنا دے گی اور انسان کی اخروی تباہی کا ذریعہ بن جائے گی ـــــ تو معلوم ہوا کہ اصل نعمت ہے ہی نعمتِ ہدایت!

ایک قابلِ لحاظ فرق

اب یہ بات نوٹ کیجئے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں تو نورِ ہدایت بھی مکمل ہو گیا اور دین حق کا غلبہ و اظہار بھی سرزمین عرب کی حد تک مکمل ہو گیا‘ گویا گاڑی کے یہ دونوں پہیے مساوی انداز میں ساتھ ساتھ چلتے اور آگے بڑھتے رہے‘ لیکن حضورؐ کے دور کے بعد ان دونوں چیزوں کے درمیان ایک فرق واقع ہو گیا۔ اس فرق کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

دیکھئے اتمامِ نور تو قرآن کی شکل میں ہوا کہ ۲۳ برس میں قرآن حکیم کا نزول مکمل ہوا۔ اس طرح اتمامِ نور ہو گیا اور اس نور کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر لیا گیا‘ اس میں اب کہیں کوئی تحریف نہیں ہو سکتی۔ لیکن اقامتِ دین کے مرحلہ کی تکمیل کا کام جس کے لئے سورۃ الصف میں "اظہار دین الحقِ علی الدِّین کُلِّہ" کی اصطلاح آئی ہے‘ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک حد تک مکمل ہو گیا تھا کہ اندرون ملک عرب دین حق کا پرچم لہرانے لگا۔ پھر دورِ خلافت راشدہ میں اس کی توسیع بڑے بھرپور انداز میں ہوئی۔ لیکن پھر ایک وقت آیا کہ یہ عمل رُک گیا‘ بلکہ رفتہ رفتہ دین کی یہ عالیشان عمارت منہدم ہونے لگی‘ یہاں تک کہ بالکل زمین بوس ہو گئی۔ اب صورت یہ ہے کہ اسلام محض ایک مذہب کے طور پر تو باقی ہے لیکن دین حق اور نظامِ اسلام اپنی صحیح صورت میں زمین کے کسی ایک خطے میں بھی قائم و نافذ نہیں‘ اور اب غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد ہمیں از سرِ نو کرنی ہو گی ـــــ تو یہ ہے وہ بڑا فرق جو اس معاملے میں واقع ہوا کہ دونوں کام جو نبی اکرم ﷺ کے دور میں گاڑی کے دو پہیوں کی مانند ساتھ ساتھ چل رہے تھے‘ بعد میں ہم آہنگ نہ رہ سکے۔

اِتمامِ نور کے ضمن میں ہماری ذمہ داری

جہاں تک نورِ ہدایت کے اتمام کا تعلق ہے ہم مسلمانوں کے لئے یہ کتنی بڑی سہولت ہے کہ ہمیں پورا یقین اور اعتماد ہے کہ اس "کتاب" میں جو کچھ ہے وہ اللہ کا کلام ہے اور اس کا ایک حرف بھی ضائع نہیں ہوا۔ اس لئے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا

ہے : ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ (ہم ہی نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)۔ قرآن حکیم اپنی جگہ خود بھی اللہ کی عظیم ترین نعمت ہے اور اللہ کا مزید فضل و کرم ہم پر یہ ہوا کہ اس کی حفاظت کا ذمہ بھی اُس نے لے لیا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمیں اس نعمت کی قدر نہیں ہے اور ہم دنیا کی حقیر سی چیزوں کو اس نعمتِ عظمیٰ پر ترجیح دیتے ہیں۔ بہرکیف پہلے کام یعنی "اتمامِ نور" کے ضمن میں ہمارے ذمے صرف ایک کام باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ نورِ ہدایت موجود ہے' اسے عام کیا جائے' اس کا افشاء کیا جائے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ چراغ جلا کر بلندی پر رکھا جاتا ہے' اسے نیچے کہیں چھپا کر نہیں رکھا کرتے۔ چراغ اگر بلندی پر ہو گا تو ماحول کو منور کرے گا' اس کی روشنی پھیلے گی۔ تو نورِ ہدایت کا عام کرنا' اس سے ماحول کو منور کرنا اور اس کا افشاء کرنا ہمارے ذمے ہے۔ یہی بات اس حدیث نبویؐ میں آئی ہے جو حضرت عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : ((یَا اَھۡلَ الۡقُرۡآنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الۡقُرۡآنَ)) اے قرآن والو' قرآن کو تکیہ نہ بنالینا' اسے محض ذہنی سہارا نہ بنالینا۔ بلکہ : ((وَاتۡلُوۡہُ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ اٰنَاءَ اللَّیۡلِ وَالنَّھَارِ)) اس کی تلاوت کیا کرو جیسے کہ اس کی تلاوت کا حق ہے' رات اور دن کے اوقات میں۔ ((وَاَفۡشُوۡہُ)) اور اسے عام کرو' اسے پھیلاؤ' چہار دانگِ عالم تک اس کا نور پہنچا دو!

اسی بات کا ایک منطقی نتیجہ اور بھی نکلتا ہے جس کا ذکر عظمتِ قرآن کے بیان میں اس طویل حدیث میں آیا ہے جس کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں : ((وَمَنِ ابۡتَغَی الۡھُدٰی مِنۡ غَیۡرِہٖ اَضَلَّہُ اللّٰہُ)) کہ جو شخص اس قرآن کو چھوڑ کر کہیں اور ہدایت تلاش کرے گا اللہ اسے لازماً گمراہ کردے گا۔ جب ہدایت و رہنمائی کا اتنا حتمی اور یقینی منبع و سرچشمہ اور اتنا مکمل source (ذریعہ) تمہارے پاس موجود ہے' تو اس کے ہوتے ہوئے ہدایت و رہنمائی کے لئے دائیں بائیں دیکھنا گویا انتہا درجے کی ناقدری ہی نہیں قرآن مجید کی توہین کے مترادف ہے۔ البتہ اس کا یہ مفہوم سمجھنا بھی درست نہ ہو گا کہ قرآن کے سوا اور کچھ پڑھنا ہی نہیں چاہئے! اور چیزوں کا مطالعہ کیجئے' تورات پڑھئے' انجیل پڑھئے' لیکن انہیں منبع و سرچشمۂ ہدایت سمجھ کر نہیں بلکہ محض اپنی

معلومات میں اضافے کے لئے ان کا مطالعہ کیجئے۔ وہ اسی کتابِ ہدایت کے سابقہ ایڈیشن ہیں جس کا تکمیلی ایڈیشن قرآن حکیم ہے۔ اسی طرح دوسرے علوم بھی اپنی معلومات میں اضافے کے لئے پڑھے جاسکتے ہیں' بلکہ دوسرے علوم کو قرآن مجید کے فہم کا ذریعہ سمجھ کر سیکھئے اور پڑھئے' اس لئے کہ انسانی ذہن کا ظرف جتنا وسیع اور کشادہ ہوگا اسی کی مناسبت سے قرآن مجید سے ہدایت اور علم و معرفت کے موتی انسان اپنے دامن میں سمیٹ سکے گا۔ دامن ہی اگر تنگ ہو تو انسان کے حصے میں حکمت و معرفت کے موتی بھی کم ہی آئیں گے۔ گویا ع "پھول کھلے ہیں گلشن گلشن' لیکن اپنا اپنا دامن!" قرآن مجید کے اندر تو ہدایت' علم اور معرفت کی کوئی کمی نہیں' ان کے جواہر سے یہ معدن بھرا پڑا ہے لیکن تمہاری اپنی تنگ دامانی آڑے آجائے تو اس کا کیا علاج؟

واضح رہے کہ دوسرے علوم کے ذریعے سے قرآن مجید کی حقانیت کا مزید مبرہن ہو جانا خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ سورۃ حٰم السجدہ میں فرمایا گیا : ﴿ سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ﴾ کہ ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں گے آفاق میں بھی اور انفس میں بھی' حتیٰ کہ یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ یہ قرآن مجید ہی سراسر حق ہے۔ گویا کہ جتنا انسان کے علم کا دائرہ وسیع ہو گا قرآن مجید کی حقانیت اسی درجے میں مزید مبرہن ہو جائے گی' اسی قدر اس کا اثبات زیادہ ہو گا۔ ان اعتبارات سے دوسرے علوم سے اعتناء کرنے یا ان سے دلچسپی رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ایک بندۂ مومن کے لئے یہ احساس و شعور لازم ہے کہ منبع ہدایت سوائے قرآن کے اور کوئی نہیں! حضور ﷺ کی یہ وارننگ ہمیشہ اس کے پیش نظر رہنی چاہئے کہ : "وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى مِنْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ"۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اس اعتبار سے تو اتمامِ نور ہو گیا کہ قرآن حکیم کا نزول حضور اکرم ﷺ پر مکمل ہوا اور اللہ نے قیامت تک کے لئے اس کی حفاظت کا ذمہ لے لیا' لیکن اس ضمن میں ایک کام ہمارے ذمے باقی ہے اور وہ ہے اس نورِ ہدایت کا عام کرنا' جس کے لئے حدیث میں "وَاَفْشُوْهُ" کا لفظ آیا ہے کہ اسے پھیلاؤ اور عام کرو ـــــ اور یہ افشاء ہر سطح پر ہو گا' عوام کی سطح پر بھی اسے پھیلانا ہو گا اور خواص کی سطح پر بھی' فلسفیوں اور

دانشوروں تک بھی اس کے ابلاغ کا حق ادا کرنا ہو گا اور شریر اور جھگڑالو لوگوں پر بھی مجادلۂ حسنہ کے ذریعے حجت قائم کرنی ہو گی۔ یہ سب افشاء ہی کی مختلف سطحیں ہیں!

گاڑی کا دوسرا پہیہ : غلبۂ دین کی جدّوجُہد

اس گاڑی کا جو دوسرا پہیہ ہے یعنی غلبۂ دین حق' اس کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ جزیرہ نمائے عرب کی حد تک نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں "وَیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّهٗ لِلّٰهِ" کی شان ظاہر ہوئی اور دین حق کا غلبہ ملکِ عرب کی حد تک مکمل ہو گیا۔ پھر خلافتِ راشدہ کے دوران کرۂ ارضی کے ایک بہت بڑے رقبے پر دین حق غالب و نافذ ہوا اور اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ لیکن پھر اس معاملے میں زوال کا آغاز ہو گیا اور تدریجاً زوال کے سائے گہرے ہوتے چلے گئے۔ یوں سمجھئے کہ سب سے پہلے قصرِ اسلام کی چھٹی منزل گری' پھر پانچویں منزل منہدم ہوئی' پھر چوتھی اور پھر تیسری' اور اس طرح آج سے قریباً ڈیڑھ دو سو برس قبل پوری عمارت زمین بوس ہو گئی۔ چنانچہ اب اس کی تعمیر از سرِ نو کرنی ہو گی۔ بہرکیف اِس وقت صرف اسی نکتے کی جانب متوجہ کرنا مقصود تھا کہ یہ دو کام بالکل متوازی (Parallel) ہیں' قرآن مجید نے دونوں مقامات پر یعنی سورۃ التوبہ اور سورۃ الصف میں ان دونوں کو باہتمام یکجا بیان کیا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلنا چاہئے کہ ان دونوں کو متوازی اور متساوی انداز میں آگے بڑھایا جائے۔ ان میں توازن و اعتدال برقرار رہنا چاہئے۔ اور اس پر بھی میں اللہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے کہ اُس کے فضل و کرم کے طفیل یہ دونوں چیزیں ہمارے یہاں بالکل متساوی اور متوازی شکل میں چل رہی ہیں۔ مرکزی انجمن خدام القرآن اور اس کے تحت قائم ہونے والی قرآن اکیڈمی اور اسی طرح ذیلی انجمنیں اور ذیلی اکیڈمیز جو وجود میں آرہی ہیں یہ سب درحقیقت ہماری گاڑی کے ایک پہیئے کے مظاہر ہیں جو الحمد للہ نہ صرف یہ کہ ایک تسلسل کے ساتھ رواں دواں ہے بلکہ اس کی رفتار میں بتدریج اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ دوسرا پہیہ تنظیم اسلامی سے عبارت ہے جس کی حرکت کو تیز کرنے کے لئے ہم نے "تحریک خلافت" کا عنوان اختیار کیا ہے۔ لیکن تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت اصلاً ایک ہی کام کے دو گوشے یا دو مرحلے ہیں اور اس

تمام تر کام کا ہدف ایک ہی ہے' یعنی دین حق کا غلبہ و اقامت۔ چنانچہ فی الاصل کام دو ہی ہیں جو ایک دوسرے کے متوازی اور Parallel ہیں۔ ایک ہے رجوع الی القرآن کی دعوت جس کے لئے مرکزی انجمن سرگرم عمل ہے اور دوسرا ہے اقامت دین کی جدوجہد جس کے لئے تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت بر سر عمل ہیں۔

تحریک رجوع الی القرآن کا تسلسل برقرار رہے گا!

ایک اور لائقِ شکر اور قابلِ اطمینان پہلو

تیسری بات جس پر میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہتا ہوں اور جس کا میں نے بارہا ذکر بھی کیا ہے' یہ ہے کہ اس کام کے باقی اور جاری رہنے کا اہتمام اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہو گیا ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں یہ نظر آ رہا ہے اور مجھے یہ اطمینان حاصل ہے کہ اس کام کا تسلسل ان شاء اللہ برقرار رہے گا۔ یہ بھی یقیناً اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔ ورنہ بعض بڑی نامور ہستیاں ایسی ہو گزری ہیں کہ جنہوں نے اپنی زندگیوں میں بڑے بڑے کام کر کے دکھائے لیکن ان کے جانے کے بعد اس کام کا تسلسل قائم نہیں رہ سکا۔ ایک آدمی منظر سے ہٹا اور کام ختم ہو گیا۔ تو میرے لئے یہ بات بڑے اطمینان کی ہے اور اس پر بھی میں جتنا اللہ کا شکر ادا کروں کم ہے اور میرے ساتھیوں کو بھی اس پر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرنا چاہئے۔ بالخصوص یہ جو بنیادی کام دعوت رجوع الی القرآن کا ہے اس کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ بحمد اللہ اب ایک ایسی نسل ثانی تیار ہو چکی ہے اور کم و بیش چالیس پچاس نوجوانوں پر مشتمل ایک ایسی ٹیم وجود میں آ چکی ہے جو درسِ قرآن کے اس تسلسل کو ان شاء اللہ برقرار رکھے گی جس کا میں نے کبھی ۶۵ء میں آغاز کیا تھا۔ مجھے اطمینان ہے کہ دروس قرآن کے حوالے سے قرآن کا انقلابی فکر اور اس کا صغریٰ کبریٰ ان کے ذہن و فکر کی گرفت میں آ چکا ہے' اس میں جو منطقی ترتیب (Logical Sequence) ہے اسے انہوں نے خوب اچھی طرح سے سمجھ لیا ہے اور وہ اب اس قابل ہیں کہ اسے بیان بھی کر سکیں۔ ظاہر بات ہے کہ صلاحیت بیان میں نکھار تو وقت گزرنے کے ساتھ

ساتھ اور اس صلاحیت کو زیادہ سے زیادہ بروئے کار لانے ہی سے پیدا ہو گا۔ لیکن اصل شے بنیادی فکر اور اس کے طرزِ استدلال کا ذہن کی گرفت میں آنا ہے جو الحمدللہ انہیں حاصل ہے۔ اس کے بعد تو پھر اپنی اپنی محنت اور کوشش ہے۔ اس فکر قرآنی کو عام کرنے اور بیان کرنے میں جتنی محنت اور جس درجے پیہم کوشش ہو گی اسی نسبت سے ان کی صلاحیت نکھرے گی۔ چنانچہ گزشتہ سالانہ اجتماع کے موقع پر میرا کوئی درسِ قرآن نہیں ہوا تھا بلکہ درسِ قرآن میرے نوجوان ساتھیوں نے دیا۔ اس سال بھی انہی نوجوان ساتھیوں نے سالانہ اجتماع میں قرآن حکیم کا درس دیا۔

ذیلی انجمنوں اور ان کے تحت اکیڈمیز کا قیام

اسی طرح یہ بات بھی بڑی خوش آئند اور لائق تشکر ہے کہ مرکزی انجمن کی کوکھ سے اب تک کئی منسلک اور ذیلی انجمنیں برآمد ہو چکی ہیں۔ اس سال ۲۰/اپریل کو مرکزی انجمن کا جو اجلاسِ عام ہوا اس میں پہلی مرتبہ بہت سے حضرات کے سامنے یہ بات آئی ہو گی کہ پاکستان کے کئی شہروں میں مرکزی انجمن کے طرز پر منسلک انجمنیں قائم ہو چکی ہیں۔ یہ پہلی بار ہوا کہ ہمارے اس اجلاسِ عام میں ذیلی انجمنوں کے نمائندے بھی شریک ہوئے اور انہوں نے بھی اپنے اپنے علاقے کی انجمن خدام القرآن کا مختصر تعارف کرایا اور خدمتِ قرآنی کے میدان میں اپنی پیش رفت کا بھی اختصار کے ساتھ ذکر کیا۔ اس سے بڑھ مقامِ شکر یہ ہے کہ ان انجمنوں کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمیز کی تعمیر کا کام بھی شروع ہو چکا ہے۔ قرآن اکیڈمی کراچی کی نہ صرف یہ کہ تعمیر ایک حد تک مکمل ہو چکی ہے بلکہ وہاں دینی تعلیم کے ایک سالہ کورس کی تدریس کا آغاز بھی ہو چکا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ پہلی مرتبہ کسی کام کا شروع کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن ایک بار محنت کرنے سے جب ایک Pattern اور عملی نمونہ سامنے آجاتا ہے تو اس کام کا کرنا مشکل نہیں رہتا۔ اس اعتبار سے ظاہر بات ہے کہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کی تشکیل اور قرآن اکیڈمی کے قیام میں محنت بھی زیادہ صرف ہوئی اور وقت بھی بہت لگا۔ لاہور میں مسلسل پانچ چھ برس میں نے فکر قرآنی کی اشاعت کا کام تن تنہا کیا جس کے نتیجے میں

بحمد اللہ ۷۲ء میں مرکزی انجمن خدام القرآن وجود میں آئی۔ پھر مزید پانچ سال بعد قرآن اکیڈمی کی پہلی اینٹ رکھنے کی نوبت آئی۔ عمارت کی تعمیر بھی مرحلہ وار ہوئی۔ آغاز میں صرف دفاتر یا رہائشی بلاک کی تعمیر عمل میں آئی۔ پھر کئی برس بعد جا کر قرآن اکیڈمی میں دینی تعلیم کے دو سالہ کورس کا آغاز ہوا۔ اس طرح یہ داستان برسوں پر محیط ہے۔ اس لئے کہ یہ کام پہلی بار ہو رہا تھا۔ لیکن اب جبکہ اس کام کا ایک ہیولیٰ اور ابتدائی خاکہ بن چکا ہے اور اس کے بہت سے مراحل طے ہو چکے ہیں تو قوی امید ہے کہ بقیہ جگہوں پر مرکزی انجمن کی نہج پر جو کام ہو رہے ہیں ان میں اتنا وقت نہیں لگے گا بلکہ تیز رفتاری کے ساتھ انجمن کی تاسیس سے لے کر قرآن اکیڈمی کی تعمیر اور آغازِ تدریس تک کے مراحل طے کئے جا سکیں گے۔ چنانچہ کراچی میں بحمد اللہ کام کی رفتار تیز ہے۔ اب ملتان میں بھی اللہ کے فضل و کرم سے ایک اکیڈمی وجود میں آچکی ہے' اس سال رمضان میں وہاں میرا دورۂ ترجمۂ قرآن بھی ہوا ہے اور اب اُمید ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایک سال میں وہاں قرآن کالج کا آغاز ہو جائے گا۔ فیصل آباد میں منسلک انجمن موجود ہے۔ وہاں اکیڈمی کے لئے بعض مخیر خواتین نے ایک خاصا وسیع قطعۂ زمین ہمیں ہبہ کیا ہے اور اب وہاں بھی تعمیر کا کام شروع ہوا چاہتا ہے۔ مجھے پوری توقع ہے کہ اس سالانہ اجلاس عام کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ ان شاء اللہ العزیز پشاور' رحیم یار خان' حیدر آباد اور اسلام آباد میں بھی بہت جلد ذیلی انجمنوں کا قیام عمل میں آجائے گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اسی سال کے دوران وہاں اکیڈمیز کا کام بھی شروع ہو جائے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ!

دورۂ ترجمۂ قرآن : تحریک رجوع الی القرآن کا ایک اہم سنگِ میل

اسی طرح یہ بات بھی بڑی خوش آئند ہے کہ اس سال ماہ رمضان المبارک میں دورۂ ترجمۂ قرآن کا پروگرام قریباً گیارہ بارہ جگہوں پر ہوا ہے۔ اس کے ضمن میں تو مجھے کبھی کبھی حفیظ کا یہ شعر یاد آتا ہے کہ ؎

کیا پابندِ نَے نالے کو میں نے
یہ طرزِ خاص ہے ایجاد میری

یہ بات میں نے بغیر کسی عُجب کے محض امرِ واقعہ کے طور پر عرض کی ہے۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فضل ہے کہ اس نے میرے ذہن کو ادھر منتقل کیا۔ ہم نے جب نمازِ تراویح کے ساتھ بیان القرآن کا آغاز کیا تو شروع میں تراویح کے اختتام پر یا کبھی بیچ بیچ میں پندرہ بیس منٹ یا آدھ گھنٹے کا بیان ہوتا تھا۔ اس کے بعد میرا ذہن اس حقیقت کی جانب منتقل ہوا کہ احادیثِ مبارکہ میں تو رمضان المبارک کے دوگونہ پروگرام کا ذکر ملتا ہے یعنی دن کا روزہ اور رات کا قیام قرآن حکیم کے ساتھ' یہ دونوں بالکل متوازی پروگرام ہیں۔ اس پہلو سے محض نمازِ تراویح ادا کرنے یا ایک آدھ گھنٹے میں خلاصۂ مضامین کے بیان سے تو رمضان المبارک کا حق ادا نہیں ہوتا۔ چنانچہ پھر دورۂ ترجمۂ قرآن کا پروگرام شروع کیا گیا اور یہ بحمد اللہ آٹھواں یا نواں موقع تھا کہ مجھے دورۂ ترجمہ قرآن کی تکمیل کی سعادت حاصل ہوئی ــــــ اس سال یہ پروگرام پانچ جگہوں پر ہوا۔ ایک جگہ میں نے قرآن کا ترجمہ بیان کیا اور چار دیگر جگہوں پر میرے شاگردوں نے مکمل ترجمہ قرآن بیان کیا۔ مزید برآں دورانِ رمضان نمازِ تراویح کے ساتھ چار پانچ جگہوں پر ویڈیو کے ذریعے یہ پروگرام لوگوں نے دیکھا اور سنا۔ رجوع الی القرآن کی یہ لہر الحمد للہ بڑھ رہی ہے اور اس میں لوگوں کا قرآن سے شغف اور تعلق بڑھ رہا ہے۔ پوری رات قرآن حکیم اور اس کا مفہوم سننے سمجھنے میں جو لذت ہے اس کا اس سے پہلے لوگوں کو تجربہ نہیں تھا۔ "ع "چوں معاملہ نہ دارد سخن آشنا نہ باشد!" جب تک باہم محبت کا رشتہ نہ ہو اس وقت تک گفتگو کے اندر بھی وہ لوچ اور مٹھاس پیدا نہیں ہوتی۔ ہاں جب قرآن پاک سے تعارف ہو جائے اور اس سے ایک تعلق خاطر پیدا ہو جائے تو معاملہ بالکل مختلف ہو جاتا ہے' پھر پوری رات انسان قرآن پڑھنے پڑھانے یا سننے سنانے میں گزار دیتا ہے اور یہ چیز اس پر ہرگز گراں نہیں گزرتی!

اب تک کی گفتگو کا خلاصہ

اب تک کی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ الحمد للہ ہمارے اس کام میں پیش رفت ہو رہی ہے اور تین اعتبارات سے معاملہ بہت اطمینان بخش ہے۔ ایک یہ کہ گو ہمارے کام کی

رفتار کچھ زیادہ تیز نہیں رہی تاہم الحمدللہ 'ثم الحمدللہ اس میں تسلسل اور تواتر موجود ہے' طوفان کے مانند اٹھنے اور بگولے کی طرح رخصت ہو جانے کے مقابلے میں یہ سست رفتاری کہیں بہتر ہے اور "سہج پکے سو میٹھا ہو" کے مصداق توقع ہے کہ اس سے ان شاء اللہ پائیدار نتائج پیدا ہوں گے۔ دوسری بات یہ کہ گاڑی کے دو پہیوں کی مانند ہمارے اس کام کے بھی دو بڑے بڑے گوشے ہیں اور الحمدللہ کہ ان کے مابین توازن واعتدال برقرار ہے۔ ایک گوشہ رجوع الی القرآن کی تحریک کا ہے' جس کے پیش نظر قرآن حکیم کے نورِ ہدایت کو پھیلانا اور اس کے انقلابی فکر کو عام کرنا ہے۔ اس نور کا اتمام اللہ تعالیٰ نے فرما دیا اور اس کی حفاظت کا ذمہ بھی لے لیا' اب ہمارا کام اس کا افشاء کرنا ہے۔ یعنی اسے چہار دانگِ عالم تک پھیلانا اور ہر ممکن طریقے سے اس کا ابلاغ کرنا اب ہمارے ذمے ہے۔ اس کے لئے جہاں عوامی سطح پر قرآن کے ذریعے وعظ و نصیحت کا کام ضروری ہے وہاں دانشوروں اور Intellectuals کے لئے ان کی علمی سطح کے مطابق اس کا ابلاغ بھی اسی قدر ضروری اور لازمی ہے ـــــ دوسرا گوشہ اقامتِ دین کی جدّوجُہد کا ہے کہ قرآن کا پڑھنا پڑھانا اور سیکھنا سکھانا محض ایک مشغلہ بن کر نہ رہ جائے بلکہ اس تعلیم و تعلّم قرآن کے ساتھ ساتھ اس کا دوسرا پہیّہ بھی متوازی چلنا چاہئے۔ غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد اور اس کے لئے تنظیم اور تحریک کا کام بھی متوازن انداز میں آگے بڑھنا چاہئے۔ الحمدللہ کہ یہ دونوں کام بہت حد تک متوازن انداز میں آگے بڑھ رہے ہیں۔

تیسری بات یہ کہ آئندہ کے تسلسل کے بارے میں بھی مجھے اطمینان ہے کہ یہ کام ان شاء اللہ العزیز جاری رہے گا۔ ویسے بھی میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں اب عمر کے جس حصے میں ہوں اس کے بعد تو "نَافِلَةً لَّكَ" کا درجہ رہ جاتا ہے۔ اس لئے کہ ۲۶/اپریل کو میری عمر کے ساٹھ برس مکمل ہو رہے ہیں اور مسنون عمر تو کُل اکسٹھ یا ساڑھے اکسٹھ برس ہی بنتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی عمر ۶۳ برس قمری حساب سے تھی' شمسی حساب سے یہ قریباً ۶۱ برس بنتے ہیں۔ میری اس بات کو غلط مفہوم میں نہ لیا جائے کہ معاذ اللہ میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اپنی کوئی مشابہت ثابت کرنا چاہتا ہوں بلکہ میں دیانتاً یہ سمجھتا ہوں اور اپنے ان قریبی ساتھیوں سے اکثر یہ بات کہتا ہوں جو اس عمر کو پہنچے ہوئے ہوں کہ ساٹھ اکسٹھ

برس کی عمر کو پہنچنے کے بعد آدمی کو یہ سمجھنا چاہئے کہ مسنون عمر تو پوری ہوئی' اب بقیہ زندگی بونس ہے' یہ "نَافِلَةً لَّكَ" کے درجے کی چیز ہے۔ اس کا ایک ایک لمحہ اللہ کے دین کی خدمت کے لئے صرف ہونا چاہئے۔

ہماری تحریک اور شجرۂ طیّبہ کی مثال

اس ضمن میں ایک اور نکتہ اشارتاً عرض کئے دیتا ہوں اور اس میں بھی میرے لئے اطمینان کا بہت کچھ سامان مضمر ہے۔ سورۂ ابراہیم میں ایک پاکیزہ درخت کی جو مثال آئی ہے وہ ہمارے اس کام پر بحمد اللہ بہت حد تک صادق آتی ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ﴾ ___ کسی بھی شجرۂ طیبہ یعنی پاکیزہ درخت کی یہ مثال ہے کہ اس کی جڑ مضبوطی کے ساتھ زمین میں قائم ہو اور اس کی شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہوں۔ الحمد للہ کہ ہمارے کام کی بھی یہی شان ہے۔ دعوت رجوع الی القرآن کا کام اس پوری تحریک کی جڑ کے مانند ہے جو مضبوطی کے ساتھ زمین میں پیوست ہے۔ اس میں ہماری صلاحیتیں اور ہمارے وسائل بھرپور طور پر صرف ہو رہے ہیں۔ تنظیم اسلامی اس شجرۂ طیّبہ کے تنے کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کے برگ و بار اور اس کی شاخوں کا مقام تحریکِ خلافت کو حاصل ہے۔ اللہ کو اگر منظور ہوا تو یہ کام ضرور آگے بڑھے گا۔

میں نے اپنا یہ تجزیہ کئی مواقع پر آپ کے سامنے رکھا ہے کہ پاکستان کے استحکام اور اس کے بقا کا اگر کوئی راستہ ہے تو یہی ہے کہ یہاں وہ صحیح اور مکمل اسلامی نظام قائم ہو جس کا عنوان "نظامِ خلافت" ہے۔ اگر پاکستان اور اہل پاکستان کے لئے اللہ نے کسی خیر کا ارادہ فرمایا ہے تو قوی امید ہے کہ یہ تحریک آگے بڑھے گی اور سرزمینِ پاکستان پر نظامِ خلافت کا قیام و نفاذ ہو گا۔ اس لئے کہ پوری دنیا کے اوپر اسلام کا جو غلبہ ہونا ہے جس کی صریح پیشین گوئیاں حضور ﷺ کی احادیث میں موجود ہیں' ظاہر بات ہے کہ اس عمل کا آغاز کسی ایک خطۂ زمین ہی سے ہو گا' اور اگر یہ اللہ کی مشیت میں ہے کہ اس عمل کا نقطۂ آغاز سرزمینِ پاکستان بنے تو یقیناً غلبہ و اقامتِ دین کی یہ جدوجہد آگے بڑھے گی اور اس

کی شاخیں آسمان سے باتیں کریں گی۔ ہاں ہم میں سے ہر شخص کو اپنی انفرادی حیثیت میں ضرور سوچنا چاہئے کہ اس جدّوجہد میں اس کا ذاتی حصہ (Contribution) کتنا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کے ہاں تو حساب کتاب انفرادی بنیادوں پر ہو گا : ﴿وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْدًا﴾ وہاں تو ہر شخص انفرادی حیثیت میں پیش ہو گا۔ ہر شخص کو اس کا اعمالنامہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا جائے گا اور حکم ہو گا کہ ﴿اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ یہ تمہاری بیلنس شیٹ موجود ہے' اسے پڑھو اور آج اپنے حساب کے لئے تم خود ہی کافی ہو۔ تو ہم میں سے ہر شخص کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ دین کی جانب سے اس پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ انہیں ادا کر رہا ہے یا نہیں!

قرآن حکیم کی بے مثال تاثیر اور قوتِ تسخیر

اب تک جو باتیں میں نے عرض کی ہیں وہ اس سے پہلے بھی مختلف مواقع پر بالخصوص ماہ رمضان المبارک کے دوران مختلف اجتماعات میں بیان کر چکا ہوں۔ آج میں ایک اور اہم بات آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں جو مرکزی انجمن خدام القرآن کے حالیہ سالانہ اجلاس کے موقع پر میں بطورِ تحفہ شرکاءِ اجتماع کے سامنے رکھنا چاہتا تھا' لیکن چونکہ وہاں ذیلی انجمنوں کے نمائندگان کی تقاریر زیادہ طویل ہو گئیں تو وقت کی کمی کے پیش نظر میں نے اپنی اس گفتگو کو ملتوی کر دیا۔ چنانچہ وہ تحفہ میں آپ کی خدمت میں اب پیش کر رہا ہوں' اور اس کا تعلق قرآن مجید کی قوتِ تسخیر اور اس پر اعتماد اور توکّل سے ہے۔

یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ بندۂ مومن کے لئے اصل سہارا اللہ کی ذات ہے' اور خواہ کوئی ظاہری اور مادی سہارا موجود نہ ہو اور بظاہر ہر طرف سے مایوسی نظر آتی ہو' ایک بندۂ مومن اللہ ہی پر توکّل کرتا ہے اور اس کی رحمت کی آس لگائے رکھتا ہے۔ قرآن حکیم میں جابجا اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ یعنی اہل ایمان کو تو اللہ ہی پر توکّل کرنا چاہئے۔ لیکن میں آج جان بوجھ کر قرآن حکیم پر اعتماد اور توکّل کے الفاظ استعمال کر رہا ہوں تاکہ لوگ چونکیں' ان کے ذہنوں میں سوال اٹھے اور وہ توجہ سے اس بات کو سنیں کہ قرآن کی قوتِ تسخیر اور اس پر توکّل و اعتماد کے

بارے میں وہ کیا بشارتیں ہیں کہ جو خود قرآن مجید میں وارد ہوئی ہیں۔

قرآنِ حکیم کی شان

کچھ لوگوں کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ توکّل کے لفظ کا قرآنِ حکیم کے ساتھ اس طور پر استعمال شاید کچھ غیر مناسب ہے۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ اس بات کو پوری وضاحت سے بیان کروں۔ دیکھئے' قرآن مجید ہی سے یہ بات ثابت ہے کہ جو تاثیر تجلّیٔ ذاتِ باری تعالیٰ کی ہے وہی تاثیر قرآن مجید کی بھی ہے۔ سورۃ الاعراف میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ ربّ العزت میں درخواست کی کہ ﴿رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡكَ﴾ کہ اے پروردگار میں تجھے بچشمِ سر دیکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات سمجھانے کی غرض سے کہ وہ تجلّیٔ ذاتِ حق کا تحمل نہ کرپائیں گے' اپنی ایک تجلّی پہاڑ پر ڈالی۔ قرآن حکیم نے اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے : ﴿فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلۡجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوۡسٰی صَعِقًا﴾ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تجلی ذات کے بالواسطہ مشاہدے کا تحمل بھی نہ کرسکے اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یہی بات قرآن مجید کی عظمت کے بارے میں ایک تمثیل کے پیرائے میں سورۃ الحشر میں آئی ہے : ﴿لَوۡ اَنۡزَلۡنَا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیۡتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡیَةِ اللّٰهِ﴾ یعنی "اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتار دیتے تو تم دیکھتے کہ وہ دب جاتا اور پھٹ جاتا اللہ کی خشیت سے"۔ تو درحقیقت جو تاثیر تجلّیٔ باری تعالیٰ کی ہے وہی ہیبت اور وہی دبدبہ کلامِ باری تعالیٰ کا ہے۔ ان دونوں میں اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ اس حقیقت کو بھی علامہ اقبال نے خوب سمجھا اور بڑی خوبصورتی سے اشعار کے قالب میں ڈھالا ہے۔ میرے علم کی حد تک اِس دور میں اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس کے ذہن کی رسائی یہاں تک ہوئی ہو۔ فرماتے ہیں :

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است — ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
مثلِ حق پنہاں و ہم پیداست ایں — زندہ و پائندہ و گویاست ایں

کہ میں تم سے صاف ہی کہہ دوں جو کچھ میرے دل میں ہے' یہ کتاب نہیں کچھ اور شے

ہے۔ اسے عام معنوں میں کتاب نہ سمجھو' یہ "چیزے دِگر" ہے۔ یعنی جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات الظاہر بھی ہے اور الباطن بھی' اسی طرح یہ کتاب بھی بیک وقت ان دونوں متضاد صفات کی حامل ہے۔ اور جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات الحی اور القیوم ہے اسی طرح اس کا کلام بھی زندہ و پائندہ ہے۔ قرآنِ حکیم کے لئے "کتابِ زندہ" کے الفاظ تو اقبال نے اور بھی کئی مقامات پر استعمال کئے ہیں۔ مثلاً ؂

این کتابِ زندہ قرآنِ حکیم
حکمت اُو لایزال است و قدیم

بہرحال' حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کی قوتِ تسخیر کے بارے میں ہم نے بڑی ناقدری کا معاملہ کیا ہے۔ ہمیں نہ تو قرآنِ حکیم کی عظمت کا اوراک حاصل ہے اور نہ اس کی قوتِ تسخیر پر اعتماد۔ ہمیں اندازہ ہی نہیں ہے کہ کتنی بڑی نعمت اور کیسی عظیم قوت ہے جو اللہ نے قرآنِ حکیم کی صورت میں ہمیں عطا فرمائی ہے۔

دو آیات —— دو عظیم بشارتیں

اسی ضمن میں سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی دو آیات اور سورۃ القصص کی آیت ۸۵ کے حوالے سے بھی میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ سورۂ طٰہٰ کی پہلی آیت حروفِ مقطعات پر مشتمل ہے ﴿طٰهٰ ۝﴾ جبکہ دوسری آیت ﴿مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ۝﴾ میں ایک عظیم حقیقت کا بیان ہے۔ یہاں خطاب نبی اکرم ﷺ سے ہے کہ اے نبی' ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ ناکام ہوں یا بے مراد ہوں —— یہاں ایک تھوڑی سی تفسیری وضاحت ضروری ہے۔ اکثر مفسرین نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ "اے نبی' یہ قرآن ہم نے آپ پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں"۔ لفظ "تشقٰی" کا مادہ "ش ق ی" ہے جس سے "شقی" کا لفظ بنا ہے۔ یہ لفظ "سعید" کے مقابلے میں آتا ہے۔ چنانچہ شقی اس کو کہتے ہیں جو بدبخت ہو' ناکام ہو' بے مراد ہو۔ یعنی وہ شخص جس کی جدوجہد لاحاصل رہے' نتیجہ خیز نہ ہو رہی ہو' وہ شقی ہے۔ جبکہ مشقت کا لفظ "ش ق ق" کے مادے سے بنتا ہے۔ یہ دونوں مادے چونکہ ایک

دو سرے کے بہت قریب ہیں اور اسی قرب کے باعث ایک دوسرے کی جگہ بھی استعمال ہو جاتے ہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ اکثر مترجمین نے "لتشقٰی" کا ترجمہ "مشقت" سے کیا ہے۔ تاہم مجھے ان سے اختلاف ہے۔ یہاں در حقیقت یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اے محمد (ﷺ) یہ قرآن آپؐ پر اس لئے نازل نہیں ہوا کہ آپؐ ناکام ہوں، یہ تو کامیابی کی ضمانت ہے۔ اس قرآن میں جو قوتِ تسخیر اور جو تاثیر مضمر ہے اس کے پیش نظر یہ ممکن نہیں ہے کہ اس سب کے ہوتے ہوئے آپ ناکامی سے دوچار ہو جائیں۔ آپؐ یقیناً کامیاب ہوں گے اور منزل مراد تک پہنچیں گے۔ اس دنیا میں بھی آپؐ کی جدوجہد کامیابی سے ہم کنار ہوگی اور آخرت میں بھی آپ کے مراتب بلند سے بلند تر ہوں گے۔ شقاوت آپ کے حصے میں نہیں آسکتی، نہ اس دنیا میں نہ آخرت میں۔ یہ قرآن آپ کی کامیابی کی ضمانت ہے، یہ شقاوت کی ہر اعتبار سے نفی کرنے والا ہے۔ اب آپ غور کیجئے کہ اس میں ہر اُس شخص کے لئے جو قرآن مجید کی کسی بھی درجے میں خدمت کر رہا ہو، کس قدر بشارت ہے اور اس کی دلجوئی کا کتنا کچھ سامان اس میں مضمر ہے : ﴿مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی ﴾ اس قرآن کی شمشیر کو ہاتھ میں لو، اس کے حقوق کو ادا کرنے کے لئے کمربستہ ہو جاؤ، تم خود اپنی آنکھوں سے اس کی قوتِ تسخیر کا مشاہدہ کرو گے۔ اس کے اندر جو ہیبت پنہاں ہے اور اس میں جو بے پناہ تاثیر پوشیدہ ہے، قدم قدم پر اس کے مظاہر تمہارے سامنے آئیں گے اور تم بچشمِ سر ان کا مشاہدہ کر سکو گے۔

اس ضمن میں تیسری آیت جس کا میں حوالہ دینا چاہتا ہوں، سورۃ القصص کے آخری حصے میں وارد ہوئی ہے۔ تفسیری اعتبار سے اس آیت کے مفہوم کی تعیین میں بھی کچھ اختلاف کیا گیا ہے۔ فرمایا : ﴿اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ﴾ کہ اے نبی جس ہستی نے آپ پر یہ قرآن لازم کیا ہے، (اس قرآن کی تبلیغ اور اس کے ابلاغ کا فرض جس نے آپ پر عائد کیا ہے) وہ آپ کو لازماً لوٹائے گا ایک اعلیٰ لوٹنے کی جگہ کی جانب ـــــ بعض حضرات نے یہاں اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ "معاد" سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ ان حضرات کے نزدیک اس آیت کا تعلق آپؐ کے سفرِ ہجرت سے ہے کہ جب آپؐ ہجرت کے لئے مدینہ تشریف لے جا رہے تھے تو مشرکینِ مکّہ کے تعاقب سے بچنے کے

لئے کچھ دُور تک آپؐ نے عام شاہراہ سے ہٹ کر ایک مشکل راستہ اختیار کیا تھا۔ اس لئے کہ اگر آپؐ عام شاہراہ پر سفر کرتے تو تعاقب کرنے والوں کی نگاہ میں آ جاتے۔ چنانچہ آپؐ نے وہ پہاڑی راستہ اختیار کیا جو بالکل غیر مستعمل اور غیر مانوس تھا۔ لیکن تقریباً ایک تہائی سفر طے کرنے کے بعد آپؐ پھر اسی شاہراہ پر آ گئے جو مکّہ سے مدینہ کی طرف جاتی تھی۔ جب آپؐ وہاں پہنچے تو چونکہ وہاں آپ کے لئے ایک دوراہے کی صورت بن گئی تھی کہ ایک راستہ مکے کو جاتا تھا اور دوسرا مدینے کی جانب' تو دل میں ہُوک سی اُٹھی' گویا کہ مکّہ نے پھر اپنی طرف کھینچا' بیت اللہ سے اور حرمِ مکی سے جو محبت محمدؐ رسول اللہ ﷺ کو تھی' اس نے آپؐ کو وقتی طور پر بے چین کیا' اُس وقت دلجوئی کے لئے یہ آیت نازل ہوئی : ﴿اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ﴾ کہ اے نبی' آپ گھبرائیے نہیں' مکّہ اور بیت اللہ سے آپ کی یہ جدائی عارضی ہوگی' ہجر کا یہ معاملہ مستقل نہیں رہے گا' یقیناً وہ رب جس نے آپ پر قرآن مجید کی تبلیغ اور اس کی دعوت کا فریضہ عائد کیا ہے وہ آپ کو لوٹا کر لے جائے گا لوٹنے کی جگہ یعنی مکّہ مکرمہ!

میرے نزدیک یہ بات اپنی جگہ ایک لطیف خیال کے درجے میں تو صحیح ہے لیکن اگر سورۃ القصص کے زمانہ نزول کو دیکھا جائے اور بعض دیگر قرائن کو پیش نظر رکھا جائے تو اس آیت کی یہ تاویل مطابقِ واقعہ معلوم نہیں ہوتی۔ سورۃ القصص اپنے مضامین اور اسلوب کے اعتبار سے ان سورتوں میں شمار ہوتی ہے جو حضور اکرم ﷺ کے مکی دور کے درمیانی عرصے میں نازل ہوئیں۔ پھر یہ بات بھی بڑی قابل لحاظ ہے کہ فتح مکّہ کے بعد بھی حضور ﷺ نے دوبارہ مکّہ میں قیام اختیار نہیں فرمایا' حالانکہ فتح مکّہ کے بعد اگر آپؐ چاہتے تو وہیں قیام فرماتے' مدینہ مراجعت اختیار نہ فرماتے۔ اس اعتبار سے بھی وہ تاویل خلافِ واقعہ بنتی ہے۔ صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ "معاد" سے مراد ہے آپؐ کا مقام' آپؐ کے لوٹنے کی جگہ' اعلیٰ انجام۔ جیسے کہ سورۃ بنی اسرائیل میں بشارت کے طور پر فرمایا گیا : ﴿عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ کہ آپؐ کو تو آپ کا رب مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔ اس لئے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص قرآن کی دعوت و تبلیغ میں لگا ہوا ہو' لوگوں کو قرآنِ حکیم کی طرف بلانے میں وہ رات دن ایک کر رہا ہو اور پھر وہ ناکام

ہو جائے! نہیں ' ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ﴿اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَادُّکَ اِلٰی مَعَادٍ﴾ اے نبی ' یقیناً آپؐ ایک بہت اعلیٰ انجام سے دوچار ہوں گے ' آپ کی جدّوجہد کا ایک بہت اعلیٰ نتیجہ نکلے گا جس سے کہ آپ ہم کنار ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں آیات قرآن مجید کے بارے میں بڑی عظیم بشارتوں پر مشتمل ہیں۔

میری زندگی کے دو عجیب واقعات

اس دوسری آیت کے بارے میں غور و فکر کرتے ہوئے مجھے اپنی زندگی کا ایک واقعہ یاد آیا۔ بلکہ چونکہ آج دو چیزوں کا تذکرہ چل رہا ہے یعنی مرکزی انجمن اور تنظیم اسلامی تو اس مناسبت سے دو ہی واقعات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ان دونوں کا تعلق ۷۲ء سے ۷۵ء تک کے عرصے سے ہے جب مرکزی انجمن خدام القرآن قائم ہوئی اور تنظیم اسلامی کے قیام کے لئے میدان ہموار ہو رہا تھا۔ ان میں سے ایک واقعہ دراصل ایک خواب ہے جس کا تذکرہ میں کچھ ڈرتے اور جھجکتے ہوئے کر رہا ہوں کہ کہیں لوگ یہ خیال نہ کریں کہ اب یہ بھی خوابوں کی دنیا میں آگیا۔ یہ خواب آج سے بیس برس پہلے کا ہے اور اس سے قبل میں نے بعض قریبی احباب کو سنایا بھی ہے۔ جس زمانے میں مَیں تنظیم اسلامی کے قیام کے بارے میں سوچ بچار کر رہا تھا اور تقریباً اس کے قیام کا فیصلہ کر چکا تھا میں نے یہ عجیب و غریب خواب دیکھا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں مر گیا ہوں اور میں اپنے جنازے کا منظر بھی ایک چشمِ دید گواہ کی حیثیت سے خود کھڑا دیکھ رہا ہوں۔ میں اپنی موت کے تمام مراحل یہاں تک کہ قبر میں اتارے جانے کا بھی خود مشاہدہ کر رہا ہوں۔ یہ ایک عجیب تجربہ تھا کہ میری نگاہوں کے سامنے مجھے قبر میں اتارا جا رہا تھا۔ میں نے اسی وقت بعض بزرگوں سے اس خواب کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ ایک بہت بڑی بشارت ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ تمہاری زندگی کا ایک دور ختم ہو گیا ہے اور دوسرا دور اب شروع ہوا چاہتا ہے۔ یعنی ایک عزمِ مصمّم کے ساتھ اقامتِ دین کی تحریک کے از سرِ نو آغاز کا جو ارادہ کر لیا ہے یہ درحقیقت اس بات کے مترادف ہے کہ ایک زندگی ختم ہوئی اور ایک بالکل نیا دور اب شروع ہو رہا ہے۔ (واللہ اعلم)

دوسرا واقعہ بھی میری ایک ایسی کیفیت سے متعلق ہے جو بیداری اور نیند کے بین بین تھی۔ واقعے کے سرور اور لذّت کا ابھی تک مجھے احساس ہوتا ہے۔ یہ خواب نہیں تھا بلکہ ایک خاص کیفیت تھی جو نیم غنودگی کی حالت میں مجھ پر طاری ہوئی۔ کچھ "بَیْنَ النَّوْمِ وَالْیَقْظَة" کا سا معاملہ تھا۔ نیند اور بیداری کے مابین ایک کیفیت میں، مَیں محسوس کرتا ہوں کہ لگاتار ایک آواز میرے کان میں آرہی ہے۔ کوئی مسلسل مجھے یہ الفاظ قرآنی سنا رہا ہے کہ : ﴿اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ﴾ اس کے بعد جب میں پوری طرح بیدار ہوا تو ایک عجیب سرور، انبساط اور انشراح کی کیفیت جس کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں، مسلسل کئی روز تک بلکہ کافی عرصے تک مجھ پر طاری رہی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اُس وقت مجھے تلاش کرنا پڑا تھا کہ یہ آیت قرآنِ حکیم کے کس حصے اور کس سورۃ میں ہے۔ اس لئے کہ میرا معاملہ یہ ہے کہ قرآن مجید کا باضابطہ مطالعہ تو اگرچہ بحمد اللہ زمانہ طالب علمی سے جاری ہے لیکن زیادہ تفصیلی غور و فکر کا اصل موقع مجھے اپنے سلسلہ وار درسِ قرآنِ حکیم کے ساتھ ملا، بالخصوص تفسیری اختلافات اور مختلف آراء کے مابین اپنی آخری رائے میں نے زیادہ تر اپنے مسلسل درس کے دوران ہی قائم کی ہے۔ اور اُس وقت جبکہ میں اِس دلفریب تجربے سے گزرا میرا درس، قرآنِ حکیم کے اس مقام تک نہیں پہنچا تھا۔ اگر تو ایسا ہوتا کہ سورۃ القصص انہی دنوں میرے زیرِ درس آئی ہوتی اور اس وجہ سے میرے ذہن پر یہ کیفیت طاری ہوتی تو شاید میں اس کی کوئی دوسری تاویل کرتا۔ لیکن چونکہ یہ بات نہیں تھی لہٰذا اسے میں نے اپنے حق میں بہت بڑی بشارت سمجھا۔ سرور و انبساط کی کیفیت دیر تک مجھ پر طاری رہی اور ﴿اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ﴾ کی مٹھاس اور حلاوت کا تاثر ایک عرصے تک میرے قلب و ذہن کو فرحت بخشتا رہا۔

ذہن و قلب پر قرآنِ حکیم کا تسلّط اور اس کے مظاہر

قرآنِ حکیم کی قوتِ تسخیر کے ضمن میں میں ایک اصطلاح استعمال کیا کرتا ہوں کہ قرآن اپنے طالب کو possess کرلیتا ہے، اس کے ذہن و قلب کو اپنی گرفت میں لے

لیتا ہے۔ میرے بعض ساتھی یہی لفظ میرے لئے استعمال کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ میرا اپنا احساس یہ ہے کہ میں اگر اس کیفیت سے نکلنا یا نکلنے کی غرض سے ہلنا بھی چاہوں تو ہل نہیں سکتا۔ اس لئے کہ اللہ کے فضل و کرم سے میں جس طرح اِس کام میں لگا ہوں اس طور سے کام اپنے کسی ارادے اور منصوبے کے تحت نہیں ہوا کرتے۔ ایسی کیفیت تو اسی شخص کی ہو سکتی ہے جو کسی عظیم قوتِ تسخیر کے زیر اثر کسی شکنجے میں آگیا ہو' جکڑا گیا ہو۔ حالانکہ ایسا بھی ہوا کہ کئی کام جو میں نے بِالارادہ شروع کئے' کوشش کے باوجود میں انہیں مکمل نہیں کر سکا۔ مثلاً ایک موقع پر میں نے اپنے ذاتی حالات لکھنے شروع کئے لیکن وہ سلسلہ بیچ ہی میں کہیں رُک گیا۔ خدمت قرآنی کا کام بھی اگر میں محض اپنے ارادے کے تحت کرتا تو اس طور سے ہرگز نہ کرپاتا جیسا کہ اللہ نے مجھ سے کروایا ہے۔ اللہ کی تائید و توفیق قدم قدم پر میرے شامل حال رہی۔ میں نے جب اپنی میڈیکل پریکٹس بند کی تو کوئی ذریعہ معاش تھا نہ کوئی جائیداد میرے پاس موجود تھی۔ لیکن میں نے توفیق الٰہی سے یہ طے کرلیا تھا کہ اب جسم و جان میں جو بھی توانائی کی رمق باقی ہے وہ اسی کام میں لگے گی۔ میرے پاس کرشن نگر میں اپنی رہائش کے لئے بس ایک مکان تھا (جسے بعد میں بیچ کر قرآن اکیڈمی کے سامنے مکان بنوایا) اس کے سوا اور کوئی جائیداد میرے پاس موجود نہیں تھی' لیکن اللہ نے ہمت دی اور میں نے طے کرلیا کہ آئندہ زندگی کا کوئی لمحہ اب تلاشِ معاش میں صرف نہیں ہوگا' سارا وقت اور صلاحیتیں معاد کے حصول میں صرف ہوں گی۔ ظاہر بات ہے کہ یہ فیصلہ آسان نہیں تھا۔ میرے پاس اگر وسائل ہوتے' جاگیریں ہوتیں اور ان کے بل پر میں یہ فیصلہ کرتا تو معاملہ مختلف ہوتا۔ الحمد للہ میرے چار بھائی ہیں اور بعض نے مختلف مواقع پر مجھ سے تعاون بھی کیا ہے' لیکن اتفاق کی بات ہے کہ اُس وقت سب بھائیوں کے ساتھ میرے تعلقات کشیدہ تھے۔ چنانچہ ان میں سے کسی کا تعاون مجھے اس وقت حاصل نہیں تھا۔ بڑے بھائی کے ساتھ تو بعد میں بھی اس طرح کے حالات نہیں رہے کہ ان کی جانب سے تعاون کا معاملہ ہوتا' البتہ چھوٹے بھائی اقتدار احمد نے تعاون کیا' لیکن اس کی نوبت بہت بعد میں آئی۔ انہوں نے بعد میں ایک موقع پر جب مجھے یہ پیشکش کی کہ میں آپ کے کام میں شریک ہونا چاہتا اور آپ کے ساتھ تعاون کرنا چاہتا ہوں تو

پہلی بات میں نے ان سے یہ کہی کہ اگر تو صرف بھائی ہونے کے ناطے سے تعاون کرنا چاہتے ہو تو مجھے قبول نہیں' ہاں اگر تمہیں میرے اس مشن کے ساتھ کوئی دلچسپی ہے اور اس میں تعاون کرنا چاہتے ہو تو سر آنکھوں پر۔ بہرحال میں سمجھتا ہوں کہ یہ قرآن کی قوتِ تسخیر ہی کا اثر تھا کہ کسی قسم کے معاشی وسائل نہ رکھتے ہوئے بھی اور کسی دنیاوی سہارے کے موجود نہ ہوتے ہوئے بھی میں نے اپنی میڈیکل پریکٹس کو خیرباد کہنے کا فیصلہ کر لیا اور دعوت رجوع الی القرآن کے کام میں ہمہ وقت مشغول ہو گیا۔ اسے اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ قرآن ہی نے مجھے possess کر لیا تھا اور میرے ذہن و قلب کو پورے طور اپنی گرفت میں لے لیا تھا!

رسول اور کتاب —— ایک حیاتیاتی وحدت

اسی ضمن میں ایک اور بات کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں' اگرچہ یہ ایک نازک سا مسئلہ ہے۔ میرے درسِ قرآن سننے والے اکثر حضرات کے علم میں ہے کہ اہم مضامین قرآن مجید میں تھوڑے سے لفظی فرق کے ساتھ کم از کم دو مرتبہ ضرور آتے ہیں۔ ان میں سے ایک اہم مضمون یہ بھی ہے کہ "رسول" اور "کتاب" دونوں مل کر ایک حیاتیاتی اکائی (Organic Whole) کی مانند ایک وحدت بنتے ہیں۔ اور دنیا میں جو بھی خیر وجود میں آتا ہے اور جو بھی انفرادی یا اجتماعی تبدیلی رونما ہوتی ہے وہ درحقیقت ان دونوں کی مشترک تاثیر کا نتیجہ ہے۔ اب میں قرآنِ حکیم کے ان دو مقامات کا حوالہ دوں گا جہاں رسول اور کتاب کو ایک وحدت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ البیّنۃ میں فرمایا گیا : ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝﴾ "نہیں تھے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا مشرکین میں سے اور اہل کتاب میں سے باز آنے والے جب تک کہ ان کے پاس "بیّنہ" (یعنی واضح دلیل) نہ آجاتی"۔ اگلی آیت "بیّنہ" کی وضاحت پر مشتمل ہے : ﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝﴾ "(یعنی) ایک رسول اللہ کی طرف سے پڑھتا ہوا (اللہ کے) پاکیزہ صحیفوں کو جن میں محکم کتابیں ہیں"۔

گویا کہ "رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ" اور "صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ" یہ دونوں مل کر "بیّنہ" بنتے ہیں۔ اس کی دوسری مثال سورۃ الطلاق میں ہے' جہاں فرمایا گیا:

﴿ قَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ ذِكْرًاO رَّسُوْلاً يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾

"ہم نے تمہاری طرف ایک ذکر نازل کر دیا ہے (یعنی) ایک رسول جو تمہیں پڑھ کر سناتا ہے اللہ کی واضح آیات تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان اور عمل صالح کا حق ادا کریں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے!"

تو معلوم ہوا کہ "ذکر" بھی رسول اور کتاب دونوں کا مرکب ہے اور "بیّنہ" بھی۔ اور یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ دو اجزاء پر مشتمل کسی مرکب کے ایک جزو کو اگر آپ زیادہ اہمیت دے دیں گے تو دوسرے جزو کی اہمیت اسی نسبت سے کم ہو جائے گی۔ اگر آپ ایک جزو کو زیادہ emphasize کر دیں گے تو اس کا منطقی نتیجہ نکلے گا کہ دوسرا جزو پس منظر میں چلا جائے گا اور ان دونوں اجزاء کی جو مشترک تاثیر ہے وہ برقرار نہیں رہے گی۔ یہی حادثہ اِس اُمت کے اندر بھی پیش آیا اور "رسول" اور "کتاب" پر مشتمل مرکب کے دونوں اجزاء کی اہمیت میں دو اعتبارات سے کمی بیشی کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ ایک انتہا پر منکرینِ حدیث اور منکرینِ سُنّت ہیں جو رسول کی اہمیت کم کر دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اصل شے کتاب ہی ہے اور رسول کی حیثیت گویا محض ڈاک کے ہرکارے کی ہے۔ جیسے چٹھی رسان کا کام چٹھی پہنچانا ہوتا ہے جو اصل اہمیت کی حامل ہوتی ہے' اسی طرح رسول کا کام اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے سو وہ اس نے پہنچا دیا' اب اصل شے یہ قرآن ہے' لہٰذا اصل اہمیت اسی کی ہے۔ یہ بات بظاہر بڑی دل کو لگتی ہے' لیکن یہ درحقیقت "کلمۃُ حَقٍّ اریدَ بہِ الباطل" والا معاملہ ہے' یعنی بات تو درست ہے' لیکن اس سے جو نتیجہ نکالا جانا مقصود ہے وہ باطل ہے۔ اس لئے کہ اس طرح نبی ﷺ کی ذات کی نفی کی جا رہی ہے' ان کی سُنّت کی حجیت کا انکار کیا جا رہا ہے' اور قرآن کی جو تشریح و توضیح آپ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے فرمائی ہے اس کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

اس مسئلہ کا دوسرا پہلو بھی اسی درجے انتہا پسندانہ ہے۔ یہ بات ڈاکٹر برہان احمد

فاروقی صاحب نے اپنی کتاب میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کی ہے کہ یہ جو مرکب ہے رسول اور قرآن کا' عام مسلمانوں نے اس میں سے رسول کی ذات کو اتنی زیادہ اہمیت دی ہے کہ دوسرے جزو یعنی قرآن کی اہمیت کی نفی ہو گئی ہے۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ جو بھی تربیتی' اصلاحی اور انقلابی کام ہوا وہ رسول ﷺ کی صحبت ہی سے ہوا۔ اس تاثر سے قرآن کی تاثیر کی نفی ہو جاتی ہے۔ یہ بات ذرا باریک بھی ہے اور نازک اور حسّاس بھی' لیکن میں چاہتا ہوں کہ ان حقائق کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ اس سے ایک عام مسلمان کو یہ مغالطہ لاحق ہو سکتا ہے کہ شاید اس طرح حضور ﷺ کی توہین کی جا رہی ہے' معاذ اللہ ثم معاذ اللہ' لیکن دراصل اس معاملے میں توازن کی ضرورت ہے۔

دیوانہ بکارِ خویش ہوشیار!

عوامی سطح پر ہمارے جو دینی تصورات ہیں ان میں عمل سے فرار کا عنصر بہت نمایاں ہے۔ اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ نبی ﷺ کو اتنا اونچا کرو' اتنا اونچا کرو' کہ خدا کے برابر بٹھا دو۔ تو جب خدا کے برابر بٹھا دو گے تو اب اتباع کا سوال ہی نہیں ہے۔ اب تو حمد ہی ہو سکتی ہے' تعریف ہی ہو سکتی ہے' آپؐ کی شان میں نعت کہی جا سکتی ہے' لیکن آپؐ کا اتباع تو نہیں ہو سکتا۔ اتباع تو کسی انسان ہی کا ہو سکتا ہے' کسی معبود کا تو نہیں ہو سکتا۔ آپ اللہ کا اتباع نہیں کر سکتے۔ اللہ کی اطاعت کریں گے' اللہ کی عبادت کریں گے' اتباع تو نہیں کر سکتے۔ چنانچہ یہ جو کیا گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا بنا دیا گیا یہ بھی درحقیقت انسان کی وہی چالاکی ہے کہ اگر ہم نے انہیں انسان کی سطح پر رکھا پھر تو ان کی پیروی لازم ہو جائے گی۔ اگر وہ انسان ہی تھے پھر تو ان کا اتباع ضروری ہے' پھر تو ان کے نقشِ قدم پر چلنا لازم ہو گا۔ لہٰذا انہیں اٹھاؤ اور اٹھا کر معبودوں کی فہرست میں شامل کر دو۔ اسے کہتے ہیں "دیوانہ بکارِ خویش ہوشیار!" چنانچہ یہ یوں ہی نہیں ہوا ہے کہ بس نعتیں پڑھ لیں تو حضور ﷺ کا حق ادا ہو گیا' باقی کہاں ہم کہاں حضور ﷺ کا مقام! ہم سے آپؐ کا اتباع کیسے ممکن ہے؟ یہ کہا اور فارغ ہوئے۔ ؏ "عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ!"

قرآن سے بے اعتنائی کی مختلف وجوہات

اس کے علاوہ متعدد دیگر عوامل ہیں جو قرآن کریم کی اہمیت کو کم کرنے اور اسے مسلمانوں کی نگاہوں سے اوجھل رکھنے کا سبب بنے ہیں اور یہ ایک منظم سازش کے تحت کیا گیا ہے۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم نے اس موضوع پر ایک مقالہ تحریر کیا تھا جو ماہنامہ میثاق میں شائع بھی ہوا تھا' جس میں انہوں نے دلائل سے یہ بات ثابت کی تھی کہ یہ معاملہ از خود نہیں ہوا بلکہ قرآن کو منظر سے ہٹانے کی اور اس کی تعلیمات کو مسلمانوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھنے کی دانستہ کوششیں کی گئیں۔ عوام الناس پر ظلم ڈھانے والے اور ان کے حقوق غصب کر کے خود عیاشیاں کرنے والے سلاطین وملوک اور جاگیردار و سرمایہ دار نہیں چاہتے تھے کہ قرآن کا انقلابی فکر لوگوں کے سامنے آئے۔ ع "چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب!" انہیں اندازہ تھا کہ اگر یہ کتاب اور اس کی روشن تعلیمات لوگوں کی نگاہوں میں آگئیں تو ہم ننگے ہو جائیں گے' لوگوں کی آنکھیں کھل جائیں گی اور ہمارے استحصالی نظام کے بخیے ادھڑ جائیں گے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اسے بند رکھو' اسے صرف حصولِ ثواب کا ذریعہ بنا دو' گاہے بگاہے ختمِ قرآن یا ایصالِ ثواب کی محفلیں منعقد کر لی جائیں' کچھ کھانے پینے کا سلسلہ ہو جائے' اللہ اللہ اور خیر سلّا! تو یہ سب کچھ درحقیقت ایک سازش کے تحت ہوا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ایک معاملہ یہ بھی ہوا کہ جب تاثیرِ قرآن کی طرف سے توجہ ہٹ گئی اور ایمان کے حصول کا صرف ایک ہی ذریعہ یعنی تاثیرِ صحبتِ محمدی ﷺ ذہنوں میں باقی رہ گیا تو یہ مسئلہ کھڑا ہوا کہ صحبتِ محمدی ﷺ تو ہمیں حاصل نہیں ہے' اب کیا کیا جائے! ـــــ چنانچہ اس کی تلافی کے لئے یہ مراقبے' یہ سارے اوراد و اشغال اور یہ تپسیائیں اور ریاضتیں' غرضیکہ ایک لمبا چوڑا طومار وجود میں لایا گیا۔ یہ سب کچھ محض اس دلیل پر ہوا کہ جو اصل عامل تھا یعنی تاثیرِ صحبتِ نبویؐ وہ تو ہمیں حاصل نہیں ہے لہٰذا اسکا کوئی نہ کوئی بدل ہونا چاہئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ اشغال اور ریاضتیں اور یہ چالیس چالیس برس کی بادیہ پیمائی اور نفس کشی کے یہ مختلف انداز' یہ سب چیزیں ہمارے عوام میں اعلیٰ اقدار

شمار ہونے لگیں۔ لوگوں کی دینداری کو اسی پیمانے سے ناپا جانے لگا اور اس چیز نے ہمارے دینی فکر کو اس کے اصل مرکز و محور یعنی قرآنِ حکیم سے ہٹادیا۔ اس کا اصل سبب یہی ہے کہ ہم نے رسول اور کتاب کے مرکب میں سے کتاب کی قوتِ تاثیر کو منہا کردیا۔ یہ ہم سب کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے جس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اصل فیصلہ کُن شے قرآن ہے!

اب آیئے اس سلسلے کی تیسری آیت کی طرف جو سورۃ بنی اسرائیل کے آخری حصے میں وارد ہوئی ہے:

﴿ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ ﴾

"(اے نبی ﷺ) ہم نے اس قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا اور یہ حق کے ساتھ ہی نازل ہوا ہے' اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر بشیر اور نذیر بنا کر۔"

یہاں بھی آپ دیکھئے کہ قرآنِ حکیم اور نبی اکرم ﷺ دونوں کا ذکر ساتھ ساتھ ہے۔ بالخصوص قرآنِ حکیم کا ذکر جس زوردار اور فیصلہ کن انداز میں یہاں آیا ہے وہ بہت قابلِ توجہ ہے۔ قرآنِ حکیم کیلئے "بِالْحَقِّ" کی تکرار اس کی غیر معمولی اہمیت و عظمت کو ظاہر کر رہی ہے۔ اس حوالے سے میں آپ کو اسی نکتے کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ اصل فیصلہ کن شے یہ قرآن ہے۔ چنانچہ یہی وہ شے ہے جس کیلئے بقا اور دوام ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں قرآنِ حکیم میں ایک مقام پر یہ الفاظ بھی آئے ہیں: ﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴾ کہ "اے نبی آپ کا بھی انتقال ہو جائے گا اور یہ لوگ بھی مرجائیں گے"۔ لیکن نوعِ انسانی کا تسلسل تو قیامت تک باقی ہے' ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اصل شے کونسی شے ہے؟ یہی قرآن' جس کو بقا اور دوام حاصل ہے۔ اصل قوتِ تسخیر اس قرآن میں ہے۔ یہ قرآن لوگوں کو possess کرے گا۔ ان کے ذہنوں کو اپنی گرفت میں لے کر ان کے باطن میں انقلاب برپا کرے گا۔ جو اس قرآن کی راہنمائی سے فائدہ اٹھائیں ان کیلئے بشارتیں بھی اس قرآن میں موجود ہیں اور جو اس سرچشمۂ ہدایت کو رد کردیں ان کیلئے تنبیہہ اور روارننگ ہے کہ ایک دردناک عذاب ان کا منتظر ہے:

﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا کَبِیْرًاO وَاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًاO ﴾

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اصل تاثیر اور قوتِ تسخیر اس قرآن میں ہے جس کیلئے الفاظ آئے: ﴿ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ﴾ اور حضور اکرم ﷺ کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴾ کہ اے نبی بشارت دینا اور انذار کرنا آپ ﷺ کا کام ہے۔ گویا اصل قوت اور طاقت اس قرآن میں ہے جو اللہ کا کلام ہے!

در بغل داری کتابِ زندۂ

قرآنِ حکیم کی قوتِ تسخیر کے حوالے سے ایک آخری بات مجھے مزید عرض کرنی ہے۔ دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو معجزات عطا ہوئے ان میں اہم ترین عصا کا معجزہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام جب اسے زمین پر ڈالتے تھے تو وہ ایک بڑے سانپ یا اژدھے کی صورت اختیار کرلیتا تھا۔ قرآنِ حکیم میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ فرعون نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لئے جادوگروں کو جمع کیا تو انہوں نے بھی تقریباً وہی کچھ کر کے دکھا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ بن جاتا تھا۔ جادوگروں نے جب اپنی رسّیاں اور چھڑیاں پھینکیں تو وہ بھی سانپ بن کر جنبش کرنے لگیں۔ اُس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وقتی طور پر خوف طاری ہو گیا اور تھوڑی دیر کے لئے یہ حقیقت ان کے ذہن سے محو ہو گئی کہ ان کی اپنی بغل میں اللہ کا عطا کردہ ایک عظیم معجزہ یعنی عصا موجود تھا۔ اس کی قوتِ تسخیر کا خیال ان کے ذہن سے نکل گیا۔ تاہم یہ ایک عارضی سی کیفیت تھی جو جادوگروں کے باندھے ہوئے سحر کے زیر اثر ان پر طاری ہوئی۔

اس واقعے سے میرا ذہن اس بات کی طرف منتقل ہوا کہ ہمارے آج کل کے جدید دانشور اور منکرین حدیث بڑے شد و مد کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ نبی پر جادو کا اثر نہیں ہوتا' حالانکہ بخاری شریف میں حضور اکرم ﷺ پر جادو کی روایت موجود ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ یہ بات عصمتِ انبیاء کے منافی ہے کہ نبی پر جادو کا کچھ اثر واقع ہو' لہٰذا یہ

حدیث صحیح نہیں ہو سکتی۔ اس طرح کے بے بنیاد استدلال قائم کرکے وہ صحیح بخاری ہی نہیں پورے ذخیرۂ احادیث پر سے عوام الناس کا اعتماد ختم کرنے کے درپے ہیں۔ یہ وہ ہتھکنڈے ہیں جو آج کل منکرینِ حدیث کی جانب سے استعمال ہو رہے ہیں۔ میں اس کا جواب قرآن سے دیتا ہوں۔ قرآنِ حکیم سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جادو کا اثر ہوا۔ دوسرے لوگوں کی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی وہ چھڑیاں اور رسّیاں دوڑتے ہوئے سانپوں ہی کی صورت میں نظر آئیں۔ یہی تو جادو کا اثر تھا' اسی کا نام نظربندی ہے۔ سورۂ طٰہٰ میں صراحت موجود ہے : ﴿فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی﴾ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔ آپ اس صورت حال کو اپنے اوپر طاری کرکے سوچئے۔ دل میں خیال آیا ہو گا کہ یہی تو میرے پاس اصل ہتھیار تھا' ان جادوگروں نے بھی وہی کچھ کرکے دکھا دیا جو میں عصا کے حوالے سے پیش کرتا ہوں۔ اب تو لوگوں کے سامنے زیادہ سے زیادہ یہ بات آئے گی کہ یہ بڑا جادوگر ہے اور وہ چھوٹے جادوگر۔ چنانچہ ان پر خوف طاری ہوا۔ ﴿قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی﴾ ہم نے فرمایا اے موسیٰ' مت ڈرو' یقیناً تم ہی سربلند ہو گے' کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ ﴿وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِکَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا﴾ اور ذرا زمین پر ڈالو تو سہی اس چیز کو جو تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے' یہ عصا ان سب کو نگل جائے گا اور یہ سوانگ جو انہوں نے رچایا ہے اس کی قلعی کھل جائے گی۔ یہی اسلوب اقبال نے بھی مستعار لیا ہے اور اپنے اس شعر میں یہی پیغام امت کو پہنچایا ہے ؎

اے چو شبنم بر زمیں افتندۂ
در بغل داری کتابِ زندۂ!

کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بغل میں عصا موجود تھا لیکن جادوگروں کی رسیوں اور چھڑیوں سے وقتی طور پر جو ایک منظر سامنے آیا اس سے ان پر خوف طاری ہو گیا' آج بعینہٖ وہی حال امتِ مسلمہ کا ہے کہ اس کے پاس قرآن مجید کی شکل میں سب سے بڑا "ایٹم بم" موجود ہے' لیکن انہیں شعور ہی نہیں کہ اللہ کا کتنا عظیم معجزہ ان کی بغل میں موجود ہے' جس کی قوتِ تسخیر کے سامنے کوئی شے نہیں ٹھہر سکتی! حقیقت یہ ہے کہ بحیثیتِ مسلمان

ہمارے تمام مسائل کا حل اگر کسی ایک شے میں ہے تو وہ اللہ کی کتاب ہے۔ آپ حضرات یہ حدیث متعدد مرتبہ سن چکے ہوں گے جس کے راوی حضرت عمرؓ ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا : ((اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتٰبِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ)) (صحیح مسلم) کہ اللہ تعالیٰ اسی کتاب کی بدولت بہت سی اقوام کو بلندی عطا کرے گا اور اس کے ترک کرنے کی پاداش میں بہت سی قوموں کو زوال سے دوچار کرے گا۔ یہ وہی بات ہے جو سورۂ بنی اسرائیل میں ان الفاظ میں وارد ہوئی : ﴿وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ﴾ اور سورۃ الطارق میں بایں الفاظ بیان ہوئی : ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ﴾ کہ یہ تو قولِ فیصل ہے' فیصلہ کُن کلام ہے' کوئی شاعرانہ تُک بندی نہیں ہے۔ یہ ہے درحقیقت قرآن کی تاثیر اور قوتِ تسخیر ـــــ ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم قرآنِ حکیم پر اعتماد نہیں کرتے۔ قرآن مجید کی عظمت سے اگر ہم حقیقتاً واقف ہو جائیں اور اس کے اندر جو قوتِ تسخیر پنہاں ہے اس کا ہمیں کسی درجے میں اندازہ ہو جائے تو ہمارے تمام مسائل حل ہو جائیں۔

جہاد بالقرآن ـــــ وقت کی اہم ضرورت

اسی حوالے سے ذہن منتقل ہوا کہ آج سے سات آٹھ سال قبل میں نے جہاد بالقرآن کے موضوع پر دو تقریریں کی تھیں۔ سورۃ الفرقان میں نبی اکرم ﷺ کو جہاد بالقرآن کا حکم بایں الفاظ میں دیا گیا ہے : ﴿فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ کہ اے نبیؐ' ان کافروں کی باتوں پر آپ توجہ نہ دیجئے' ان کی پیروی کا خیال دل میں نہ لائیے اور ان کے ساتھ جہاد کرتے رہئے اس قرآن کے ذریعے سے بڑا جہاد! ـــــ اپنی توانائیاں اور اپنی قوتیں اس قرآن کے افشاء اور اس کے ابلاغ پر لگا دیجئے' کھپا دیجئے' لگے رہئے اسی کام میں۔ یہی درحقیقت آپ کی طاقت کا اصل راز ہے' آپ کی کامیابی کی اصل ضمانت یہی قرآن مجید ہے۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ﴾۔

جہاد بالقرآن ہی کے موضوع پر بعد میں' میں نے ایک اور تقریر کی تھی اور اس میں جہاد بالقرآن کے پانچ محاذ معیّن کئے تھے۔ اگر آپ اپنے ماحول کا جائزہ لیں تو آپ دیکھیں

گے کہ ہمارے معاشرے میں ایک محاذ تو جدید ملحدانہ نظریات کا ہے۔ اس زہر کا توڑ اسی قرآن مجید میں ہے۔ پھر ہمارے عوام کی ایک عظیم اکثریت مشرکانہ اوہام اور عقائد کا شکار ہے۔ اس کا توڑ بھی یہی قرآن ہے۔ بلکہ اس گمراہی کا توڑ تو اس میں زیادہ نمایاں اور جلی انداز میں ہے۔ اس لئے کہ جب قرآن نازل ہوا تو وہاں یہی گمراہی سب سے زیادہ تھی' لہٰذا اس کی نفی اور تردید بھی سب سے زیادہ وضاحت کے ساتھ ہوئی۔ باقی جہاں تک جدید باطل نظریات اور ملحدانہ افکار و خیالات کا تعلق ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس کے توڑ کے لئے تو قرآنِ حکیم میں غوطہ زنی کرنی پڑے گی' کچھ گہرائی میں اتر کر حکمت و معرفت کے موتی اور ہیرے نکالنے ہوں گے۔ لیکن قدیم جاہلیت کا توڑ تو اس میں گویا بالکل سطح پر (On the Surface) موجود ہے۔ ہمارا تیسرا سب سے بڑا مسئلہ تفرقہ اور فرقہ واریت ہے۔ اس تفرقے کا ایک ہی علاج ہے : ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾۔ جتنا اس قرآن کے قریب آئیں گے اتنی ہی باہمی ہم آہنگی ہو گی۔ یوں بھی سوچا جائے کہ انسان چونکہ حیوانِ ناطق ہے اور عقل رکھنے والا حیوان ہے' لہٰذا انسانوں کے درمیان ذہنی ہم آہنگی اگر ہو گی تو باہم اتحاد بھی ہو گا ورنہ آپ اتحاد کے موضوع پر وعظ کہتے رہیے' اتحاد کے لیکچر دیتے رہیے' اس پر مضامین لکھ کر چھاپتے رہیے' اتحاد نہیں ہو سکتا۔ باہم ذہنی اور فکری ہم آہنگی اگر پیدا ہو گی تو بامعنی اور پائیدار اتحاد جنم لے گا ——— اور اس کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ اللہ کی رسی یعنی قرآن کو مل جل کر مضبوطی سے تھام لیا جائے ؎

ما ہمہ خاک و دلِ آگاہ اوست
اعتصامش کُن کہ حبلُ اللہ اوست

ہمارا ایک مرض اور بھی ہے' اور وہ ہے بے یقینی۔ یعنی باطل نظریات کا بھی اگرچہ ذہن پر تسلط نہیں ہے' کوئی گمراہ کن اوہام بھی نہیں ہیں' لیکن جسے یقین کہتے ہیں وہ شے موجود نہیں ہے' اور یقین کی پونجی اگر پاس نہ ہو تو عمل کا کیا سوال؟ ——— قرآنِ حکیم میں کچھ لوگوں کا قول نقل ہوا ہے : ﴿اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ﴾ کہ اے محمدؐ جو کچھ تم کہہ رہے ہو لگتا ہے کہ ٹھیک کہہ رہے ہو' بات وزنی معلوم ہوتی ہے لیکن یقین

نہیں آتا' اس پر دل نہیں ٹھکتا! ـــــ اور ظاہر بات ہے کہ عمل تو یقین کے تابع ہے' یقین بدلے گا تو عمل بدلے گا۔ بقول اقبال ؎

یقیں پیدا کر اے ناداں' یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

جان لیجئے کہ اس یقین کا سرچشمہ اور منبع بھی یہی قرآن ہے۔ اور یہی ہے کہ جو "شِفَا لِّمَافِي الصُّدُوْرِ" ہے۔ یعنی باطنی اور روحانی بیماریوں کا مؤثر اور تیر بہدف علاج یہ قرآنِ حکیم ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جن پر میں نے "جہاد بالقرآن کے پانچ محاذ" کے موضوع اپنے خطابات میں تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ میری یہ دونوں تقریریں اب کتابی صورت میں شائع ہوتی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فریضۂ رسالت کی ادائیگی اور غلبہ و اقامتِ دین کے مشن کے جو بے مثال جدوجہد کی اسے دو عنوانات کے تحت تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ آپؐ نے مسلسل بارہ برس مکے میں قرآن کے ساتھ جہاد کیا اور پھر دس برس مدینے میں یہ جہاد تلوار کے ساتھ ہوا! ـــــ یہ دو ہی تو جہاد ہیں جو محمدِ عربی ﷺ کے جہادِ زندگانی میں سب سے نمایاں ہیں۔ ایک کا عنوان جہاد بالقرآن ہے جو بارہ یا تیرہ برس مکے میں ہوا کہ جس میں شمشیر قرآنی کے سوا اور کوئی دوسری شمشیر نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے ہاتھ میں نظر نہیں آتی اور دوسرا جہاد بِالسَّیف ہے جس کا آغاز ہجرت کے بعد ہوا اور جو آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے آخری سانس تک جاری رہا۔ یہ بات نوٹ کیجئے کہ جہاد بالسیف کے لئے جو طاقت درکار ہوتی ہے' فدائین کی جو جمعیت اور سرفروشوں کی جو جماعت درکار ہوتی ہے' کہاں سے آئے گی؟ ـــــ یہ سرفروش جہاد بالقرآن کے نتیجے میں فراہم ہوں گے۔ قرآن حکیم اگر انہیں مسخر کر لے اور ان کے اندر سرایت کر جائے تو یہی لوگ ہیں جو باطل کے مقابلے میں بنیانِ مرصوص ثابت ہوں گے اور باطل نظام کو الٹ کر رکھ دیں گے ؎

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود

اس اعتبار سے جہاد بالقرآن گویا جہاد بالسیف سے اہم تر ہے۔ اس لئے کہ پہلی منزل اہم

ہوتی ہے۔ پہلی منزل موجود ہو گی تو اس کے اوپر دوسری منزل کی تعمیر ممکن ہو گی۔ جہاد بالقرآن ہو گا تو جہاد بالسیف کا امکان ہو گا!

بھارت کے خلاف ہمارا اصل ہتھیار —— شمشیرِ قرآنی

اس ضمن میں ایک بات میں مزید کہنا چاہتا ہوں۔ میں نے داخلی طور پر تو پانچ محاذ گنوا یئے جن کے لئے قرآن ہمارا سب سے بڑا اور موٴثر ہتھیار ہے' خارجی اعتبار سے ہمارے لئے اہم ترین مسئلہ بھارت کا ہے۔ آج سے دو یا تین سال قبل میں نے مرکزی انجمن کے سالانہ اجلاس عام ہی میں اس ایشو پر ایک تقریر کی تھی' میں نے عرض کیا تھا کہ بھارت کے قابلے میں بھی ہمارا سب سے بڑا ہتھیار قرآنِ حکیم ہے۔ اس لئے کہ فکر اور نظریئے کے یدان میں بھارت کے پاس کچھ نہیں ہے۔ ہندو قوم کے پاس اپنا کوئی جاندار نظریہ نہیں ہے' نہ مذہب کے میدان میں اور نہ فلسفے کے میدان میں۔ مذہب کے نام پر ان کے ہاں جو یک تحریک چل رہی ہے وہ محض بعض سیاسی مقاصد کے لئے چلائی گئی ہے' ورنہ دراصل ندوازم صرف ایک کلچر ہے' کچھ رسومات ہیں اور کچھ ایسی سماجی تقریبات ہیں جن کے ۔الے سے وہ کچھ جشن منا لیتے ہیں' باقی کوئی شے ان کے پاس نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہ پورے طور پر مغرب کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں' فلسفہ و فکر بھی انہوں نے مغرب ے مستعار لیا ہے اور ان کے تہذیب و تمدن پر بھی مغرب کا رنگ غالب ہے۔ چنانچہ ان نظامِ حکومت ہو یا تصورِ قانون سارے کا سارا اور جوں کا توں مغرب سے درآمد شدہ ہے۔ یہی سبب تھا کہ متحدہ ہندوستان میں دنیاوی اعتبار سے ہندو ہم سے آگے نکل گیا تھا۔ ں لئے کہ اس کے باوجود کہ مسلمانوں میں بہت سے لوگ مغربی رو کے اندر بہہ گئے تھے ن ان میں ایک بڑا موٴثر طبقہ ایسا بھی تھا جن کے ذہنوں میں مغربی تہذیب کے خلاف بل ردعمل پروان چڑھا اور انہوں نے اس تہذیب کو ذہناً اور عملاً قبول نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ا کہ ہماری قوتیں منقسم ہو گئیں۔ علماء دیوبند ڈٹ گئے کہ نہ انگریزی پڑھیں گے نہ ریزی تہذیب اختیار کریں گے۔ انہوں نے انگریز' انگریزی تعلیم اور انگریزی تہذیب ب سے لاتعلقی اور بیزاری کا اعلان کیا۔ گویا مکمل بائیکاٹ کی صورت بن گئی۔ ہندو کے

لئے ظاہر بات ہے کہ ایسی کوئی رکاوٹ موجود نہیں تھی۔ اس کا کوئی تمدن تھا نہ تہذیب' نہ ان کے ہاں اپنے کوئی نظریات تھے نہ افکار' لہٰذا انہوں نے بلا جھجک اور بلا توقّف انگریز کی تہذیب' اس کے تمدن' اس کی زبان' ہر شے کو اختیار کرلیا۔ انہیں اس کا اضافی فائدہ یہ ہوا کہ انہیں انگریز کا قُرب بھی حاصل ہوگیا۔ ظاہر بات ہے کہ حکمرانوں کا قرب حاصل کرنے کا اس سے بہتر راستہ کوئی نہیں کہ آپ انہی کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ دیں۔ جبکہ مسلمانوں کا معاملہ اس سے مختلف تھا۔

بہرحال یہ تو ایک ماضی کا معاملہ تھا' مجھے اصلاً مستقبل کے حوالے سے بات کرنی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ بحیثیتِ ملک پاکستان کا اصل مقابلہ بھارت کے ساتھ ہے' بھارت وہ ملک ہے جس کے ساتھ ہماری پیدائشی دشمنی ہے۔ مادی قوت کے اعتبار سے اگرچہ ہم بھارت سے بہت پیچھے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے خلاف نظریاتی طور پر ہمارے پاس بہت بڑی قوت موجود ہے۔ اس فکر کو اگر ہم پھیلا سکیں تو اس شمشیرِ قرآنی سے ہم دشمن کو گھائل کرسکتے ہیں۔ اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑے فضل و کرم کی ہے کہ ہمارے اور ہندوستانی قوم کے درمیان زبان کی کوئی لمبی چوڑی خلیج حائل نہیں ہے۔ حالانکہ اگر ہم مغرب کی طرف چلے جائیں' ایران یا عرب ممالک میں جاکر اپنی بات پہنچانا چاہیں تو وہاں اردو زبان ابلاغ کا ذریعہ نہیں بنتی۔ لیکن یہ جو ایک بہت بڑا ملک ہے' پوری نوعِ انسانی کی ۱/۵ تعداد جہاں آباد ہے' آج بھی اس ملک کے کونے کونے میں اردو زبان سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ چاہے وہ تامل ناڈو کا علاقہ ہو' خواہ ملیالم کا علاقہ ہو اور خواہ بنگال کا خِطّہ ہو' ہر جگہ اردو سمجھنے والے موجود ہیں۔ اس بات کو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہی مظاہر میں سے شمار کرتا ہوں جن کی بناء پر میں سمجھتا ہوں کہ اس بّرِعظیم پاک و ہند سے اللہ تعالیٰ کو کوئی خاص خدمت لینی ہے' اور مستقبل کی جو بھی اس کی منصوبہ بندی ہے اس میں کوئی نہ کوئی اہم مقام اور اہم رول اس خطے کا ضرور ہے کہ یہیں شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے' اسی خطے سے اس عظیم قرآنی تحریک کا آغاز ہوا جو تین سو برس پرانی تحریک ہے' کوئی آج کی تحریک نہیں ہے۔ اس کا آغاز تو شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فارسی ترجمے اور ان کی "الفوز الکبیر" سے ہوا تھا۔ پھر ان کے چاروں بیٹوں (رحمہم اللہ علیہم) کے تراجم

قرآن اور تفسیروں سے یہ تحریک آگے بڑھی۔ اُس وقت سے جو سلسلہ شروع ہوا تو
رحقیقت یہی ہے کہ جو بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچا کہ آج ہم بھی اس تحریک میں بقدرِ
ہمت اپنا حصہ ادا کر رہے ہیں اور خدمتِ قرآنی کے اس کام میں اپنی بساط کے مطابق
شریکِ عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ قبول فرمائے۔ بہرکیف اردو زبان کو ذریعۂ ابلاغ
نا کر اگر قرآن کے فکر و فلسفہ اور قرآن کی حکمت و ہدایت کو ہندوستان میں بسنے والے
گوں میں بھرپور طریقے سے پیش کیا جاسکے تو اس سے بڑا اور کوئی ہتھیار نہیں! ـــــ شاہ
لی اللہؒ ہی نے "تفہیماتِ الٰہیہ" میں یہ بات لکھی ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ ہندوستان
کے اونچی ذات کے ہندوؤں کی اکثریت اسلام قبول کرلے گی۔ یہ ایک پیشین گوئی ہے اور
ں سمجھتا ہوں کہ اس کے حق میں تمام شواہد موجود ہیں۔

بدقسمتی سے ہندوستان کے ساتھ آج تک ہماری قومی جنگ جس نوعیت کی رہی ہے
ں میں مادی نقطۂ نظر اور جذباتیت پسندی کو زیادہ دخل رہا ہے' چنانچہ اس کے نتیجے میں
م خود ہندو قوم اور قرآن کے درمیان اپنے وجود سے ایک آڑ اور حجاب بن گئے ہیں۔ وہ
رآن مجید کی ہدایت کی طرف رجوع کیسے کریں جبکہ وہ ایک دشمن قوم کی کتاب ہے۔ یہ
حجاب اور Barrier ہے جس کی وجہ سے نوعِ انسانی کی ایک بہت بڑی تعداد قرآن مجید
ے مجوب ہے۔ اگر ہم کسی طریقے سے اس Barrier کو ختم کر کے قرآن کے پیغام اور
ں میں مضمر ہدایت کو بیک وقت وقت' اعلیٰ ترین علمی سطح پر بھی اور عوام الناس کی سطح
بھی پیش کر سکیں تو واقعہ یہ ہے کہ ہماری سب سے بڑی قوتِ تسخیر یہی ہے۔ بدقسمتی یہ
ہے کہ اس کی طرف سے ہم غافل ہیں اور مغربی افکار و نظریات اور تہذیب و تمدن کی
ہری چمک دمک نے خود ہماری آنکھوں کو خیرہ کر رکھا ہے۔ جیسے عارضی طور پر حضرت
سیٰ علیہ السلام جادوگروں کی ڈالی ہوئی ان رسیوں اور چھڑیوں کو سانپوں کی شکل میں دیکھ کر
گئے تھے' آج ہم بھی اہل مغرب کی ڈالی ہوئی ان رسیوں اور چھڑیوں کے بنے ہوئے
نپوں سے مرعوب اور خوف زدہ ہیں۔ یہ رسیاں چاہے افکار اور نظریات کی ہوں' خواہ
ذیب و تمدن کی ہوں اور خواہ سائنسی ترقی کے روپ میں ہمیں مرعوب کر رہی ہوں'
ب انسانی ذہن کی تراشیدہ ہیں۔ اس سے کہیں بڑھ کر وہ قوتِ تسخیر ہے جو قرآنِ حکیم کی

شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ الحمدللہ ہماری یہ تحریک قرآنی جو انجمن خدام القرآن کے نام سے برسرعمل ہے' اسی قرآن کے پیغام اور اس کی ہدایت کو عام کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ اور فی الاصل' جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا تھا' میری یہ تقریر اللہ کی جناب میں ہدیۂ تشکر پیش کرنے کے لئے ہے کہ اس انجمن کو قائم ہوئے بیس برس ہو گئے' اس دوران جو کام اب تک ہم سے ہوا اسی کے فضل سے ہوا۔ تو جہاں ہمیں اپنے قلب کی گہرائیوں سے اللہ کا شکر بجالانا چاہئے وہاں ہمیں اس کام کی اہمیت کا صحیح صحیح شعور بھی ہونا چاہئے اور اس حوالے سے قرآن مجید کی قوتِ تسخیر پر اعتماد اور توکل میں مزید پختگی آنی چاہئے کہ اصل شے یہ ہے' اس پر محنت کرو' اسے عام کرنے اور پھیلانے کے لئے جدوجہد کرو ﴿ وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴾۔ چاہئے کہ اربابِ ہمت و عزیمت اپنی عزیمتوں اور ہمتوں کے اظہار کے لئے اس میدان کا انتخاب کریں اور اپنی سعی و جہد کا مرکز و محور قرآنِ حکیم کو بنائیں۔

چند عملی نکات

اب میں وہ چند عملی باتیں آپ سے عرض کروں گا جو میں نے انجمن کے سالانہ اجلاس میں بھی کہی تھیں ـــــ پہلی بات یہ کہ اس انجمن میں آپ کی شمولیت (Participation) عملاً بڑھنی چاہئے۔ بطورِ خاص آپ سے یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ جیسا کہ میں نے دورانِ تقریر بھی عرض کیا' بہرحال اب میں تو آخرت کی دہلیز پر کھڑا ہوں۔ بحمد اللہ بیس برس میں نے اس ادارے کو چلایا ہے اور یہ سب کچھ اُسی کے فضل و کرم سے ہوا۔ اس میں عافیت یہ بھی رہی ہے کہ صدر مؤسس ہونے کے ناطے اس ادارے میں مجھے خصوصی اختیارات حاصل تھے' میرے پاس ویٹو کا حق تھا اور اب بھی ہے۔ لہٰذا کسی بڑے ہنگامے کے کھڑا ہونے یا بحران کے پیدا ہونے کا یہاں کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ لیکن آئندہ اس کا امکان یقیناً ہوگا' اس لئے کہ میرے بغیر کسی صدر کو ویٹو پاور حاصل نہیں ہوگی۔ آئندہ کا نظام طے شدہ دستور کے مطابق چلے گا۔ لہٰذا جن حضرات کو بھی اس کام اور اس قرآنی فکر سے دلچسپی ہے اور جو چاہتے ہیں کہ پچھلے بیس برس میں جو

کام ہوا ہے وہ کہیں غلط رُخ پر نہ پڑ جائے یا غلط ہاتھوں میں نہ چلا جائے تو انہیں چاہئے کہ اس انجمن کے ساتھ اپنی وابستگی کو فعال بنائیں۔ اپنے اوقات کا کچھ حصہ اس کے لئے ضرور نکالیں اور یہ خیال ذہن میں نہ لائیں کہ یہ کام تو خود بخود چل رہا ہے' ہماری اس میں کیا ضرورت ہے! ــــــ جن حضرات کے ذہنوں میں بھی ایسا کوئی خیال تھا انہیں اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال دینا چاہئے اور اس کام سے دلچسپی رکھنے والے تمام حضرات کو چاہئے کہ اس کام میں عملی شمولیت کو بڑھانے کی طرف توجہ دیں۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کام کے لئے قبول فرمائے!

دوسری بات ــــــ اور یہ بات مجھے خاص طور پر انجمن کے پرانے وابستگان سے کہنی ہے کہ ان میں وہ بھی ہیں کہ جو میرے دروسِ قرآن اور تقاریر کی مجالس میں پہلی صفوں میں بیٹھے نظر آتے ہیں لیکن مجال ہے کہ انہوں نے تنظیم اسلامی یا تحریک خلافت کی جانب ایک قدم بھی آگے بڑھایا ہو۔ ان حضرات کو اپنے طرزِ عمل پر نظر ثانی کرنی چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ یہ سارا کام کیا محض کسی مشغلے کے طور پر ہو رہا ہے؟ ــــــ یہ ہرگز کوئی Cult نہیں ہے! یہ کوئی ہندوؤں کے طریقے پر رشی منی کا کوئی سلسلہ نہیں ہے!! یہ ایک اہم دینی کام ہے' یہ ایک انقلابی مشن ہے۔ اور کوئی بھی ایسا کام کہ جس میں انقلاب کے بیج موجود ہوں لیکن وہ پھلیں پھولیں نہیں' برگ و بار نہ لائیں تو وہ کام اپنی معنویت کھو دے گا۔ محض پڑھنے پڑھانے تک خود کو محدود رکھنا اور اس کے عملی تقاضوں سے گریز کرنا دینی اعتبار نفع بخش نہیں ہے۔ الحمد للہ کہ میری زندگی میں صرف پڑھنا پڑھانا نہیں رہا بلکہ میں نے اللہ کے فضل و کرم سے آگے قدم بڑھایا اور اسی اعتبار سے اس کام میں معنویت برقرار رہی۔ تو جو لوگ بھی اس کام میں ذہنی دلچسپی رکھتے ہیں انہیں چاہئے کہ آگے بڑھیں' تنظیم اور تحریک کی طرف عملاً پیش قدمی کریں اور اس میں شمولیت اختیار کریں۔

اقول قولی ھٰذا واستغفر اللّٰہ لی ولکم ولسائر المُسلمین والمُسلمات ○○

آنے والی صدی اسلام کی ہے!

مسز صغریٰ خاکوانی ☆ ملتان

موجودہ صدی اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے طور پر سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی صدی کے ابتدائی عشروں میں مسلم دنیا کے مختلف ممالک کی ایک ایک کر کے غلامی کی زنجیریں ٹوٹیں اور مسلمانوں نے آزادی کا سانس لیا۔ پھر ہر مسلم ملک میں ابھرتی ہوئی اسلامی تحریکوں نے نئی نسل کو نہ صرف تعلیم اور شعور بخشا بلکہ اسے مذہبی بیداری اور مسلم شناخت کے راستے پر لگا دیا۔ نتیجتاً آج مغرب کی دنیا اسلام کے خوش آئند مستقبل سے لرزہ براندام ہے۔ وہ لوگ خوفزدہ ہیں کہ مسلمانوں کی نسلِ نو جب مجاہد و غازی بن کر اٹھے گی تو استعمار کی سازشوں کے تانے بانے بکھیر کر رکھ دے گی۔ اس لئے آج اسلامی تحریکوں کا راستہ روکنے کے لئے تمام دنیا کی طاغوتی طاقتیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ یہود و ہنود کا یہ گٹھ جوڑ اور امریکہ کا نیو ورلڈ آرڈر اس کی قبیح ترین مثالیں ہیں۔

مغربی میڈیا نے اسلام کے خلاف گھناؤنا پروپیگنڈہ اپنی انتہا کو پہنچا دیا ہے۔ مغربی دنیا نے اسلام کو کبھی بھی ایک نظامِ حیات کے طور پر تسلیم نہیں کیا۔ ان کے نزدیک اسلام کا تصور نہایت مسخ شدہ ہے جو وحشت و بربریت کے قوانین کا حامل' دہشت گردوں کا مذہب ہے جو ہمیشہ اپنوں پرایوں سے برسرپیکار رہتے ہیں۔ مغرب میں اسلام کا تعارف غلامی' عورتوں پر مظالم' تعددِ ازواج' مرد کے مقابلے میں عورت کی نصف حیثیت' شکار اور ذبح کی صورت میں حیوانات پر ظلم اور منشیات کی تجارت جیسے عنوانات کے تحت کرایا جاتا ہے۔

آج مغرب کی استعماری قوتیں اور یہودی لابی میڈیا کو اسلام کے خلاف بہت بڑے

☆ نقیبہ اُسرہ قرآن اکیڈمی ملتان

ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہی ہے اور غیر اسلامی افکار اور مغربی ثقافتی یلغار سے مسلمان نسل کو مرعوب اور گمراہ کرنے میں کافی حد تک کامیاب ہو رہی ہے۔ آج امریکہ' آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک مل کر ایک سازش کے ذریعے سودی نظام کے تحت ہمیں معاشی بدحالی کا شکار کر رہے ہیں۔ کمپیوٹر نے انٹرنیٹ سے ملا کر پوری دنیا کو ایک عالمی گاؤں (Global Village) میں بدل دیا ہے۔ نئ صدی میں داخلہ کا غلغلہ ہے۔

اسلام بھی اسی کرۂ ارضی کا حصہ ہے۔ تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا کی تبدیلیوں سے اسلامی دنیا بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی۔ اس وقت پوری دنیا میں اسلام کی بیداری کی لہر پیدا ہو چکی ہے اور دنیا کے مختلف ممالک میں لوگ بے راہ روی اور بے عملی کی روش چھوڑ کر تیزی سے اسلام کی جانب مائل اور متوجہ ہو رہے ہیں۔ ہر آنے والے دن میں ہماری تعداد بڑھ رہی ہے' ہمارے حُفّاظِ قرآن کی تعداد بڑھ رہی ہے' ہماری دینی جماعتوں اور تحریکوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ انفرادی طور پر ہمارے لوگوں نے قرآن حکیم کی طرف رجوع کرنا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ قرآن کی تلاوت میں دن رات ذوق و شوق سے لگے ہوئے ہیں اور قرآن فہمی کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ گھر گھر اور محلہ محلّہ درس اور وعظ کے سلسلے شروع ہیں۔ یہ محض خوش فہمی نہیں فی الحقیقت خوش قسمتی ہے کہ دنیا میں سب اپنے پرائے آنے والی صدی کو ایک بڑی اسلامی تبدیلی کی صدی گردان رہے ہیں۔ ابھی حال ہی میں شمالی امریکہ کے مسلم عرب جوانوں نے الجزائر کے اسلامی مرکز میں ایک سیمینار منعقد کروایا جس کا اہم ترین موضوع تھا "اسلام کا مستقبل"۔ اس پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے بڑی خوش آئند بات کہی:

> "ہمیں اپنے گرد و پیش اسلامی بیداری کی لہروں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ خود مغرب اور اس کے حواری آج اس بات سے نہایت خوفزدہ ہیں کہ اسلام آہستہ آہستہ دنیا کا پسندیدہ مذہب کیوں بنتا جا رہا ہے۔ مستقبل میں ایک عظیم اسلامی معاشرے کا قیام یقینی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ دنیا عنقریب دیکھے گی کہ اسلام ہی دنیا کی واحد سپر پاور اور امن کا پیغام بردین ہو گا۔ دوسرے بنیادی مذاہب کے مقابلے میں اسلام کی انفرادیت سچائی' بڑائی' سادگی اور فطری پن

اسے تمام انسانیت کے لئے پسندیدہ، قابل عمل اور قابل قبول بناتا ہے"۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج مغرب کی خاندانی زندگی بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ ہر شخص صرف اپنے بارے میں سوچ رہا ہے۔ محبت اور ایثار کے انسانی جذبے ناپید ہیں۔ یہ طرزِ عمل اپنے خالق کے بتائے ہوئے ضابطۂ حیات سے مُنہ موڑنے اور من مانی کرتے ہوئے غیر فطری زندگی اختیار کرنے کا نتیجہ ہے۔ آج کی مغربی دنیا تھکی ہاری، لٹی پٹی اور بے سکون ہے۔ مادی ترقی اور تیز رفتاری کی اس دوڑ میں مسلسل مقابلے کی فضا نے انسان کو اعصاب شکستہ کر دیا ہے اور وہ بے منزل اور بے مقصد بھاگ رہا ہے۔ مشرق و مغرب کی بے چینی، بے راہ روی، عریانی، اخلاقی پستی اور مادیت پسندی کا واحد حل اسلام ہے۔

اسی صدی کے ایک ذہین و فطین انسان برناڈ شا کی پیشین گوئی ہے کہ!

"مغربی دنیا اسلام کی طرف آ رہی ہے اور مستقبل میں محمد (ﷺ) کا دین یورپ میں مقبول ہو کر رہے گا۔ درحقیقت یہ دین آج بھی یورپ میں پسندیدہ ہے۔ دراصل قرونِ وسطیٰ میں عیسائی مذہبی طبقے نے اپنی ناواقفیت یا پھر گھناؤنے تعصب کی بنا پر اسلام کی تصویر کو زیادہ سے زیادہ بھیانک بنا کر پیش کیا تھا۔ میرے نزدیک یہ فرض ہے کہ محمد (ﷺ) کو انسانیت کا نجات دہندہ قرار دیا جائے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ ان جیسا آدمی اگر آج دنیا کی قیادت سنبھال لے تو وہ یقیناً ساری مشکلات کے حل میں کامیاب ہو سکے گا اور دنیا کو امن و فلاح سے بہرہ یاب کر دے گا۔ آج دنیا ان دونوں چیزوں کی کتنی زیادہ محتاج ہے!!"

۱۵ دسمبر ۹۷ء کے امریکی ہفت روزہ "نیوز ویک" میں ایک مضمون Alien Europe (اجنبی یورپ) کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس مضمون کے ساتھ ایک مسلمان جوڑے کی تصویر دی گئی ہے۔ عورت نے سیاہ رنگ کا برقعہ پہن رکھا ہے جبکہ اس کی پانچ سالہ بچی نے سر پر سفید سکارف باندھا ہوا ہے اور اس نے اپنے ہاتھ میں قاعدہ تھاما ہوا ہے۔ مضمون نگار لکھتا ہے کہ اس طرح کے مسلمان تیزی سے یورپ میں بڑھ رہے ہیں۔ ان کا اپنا کلچر ہے جو یورپ سے مختلف ہے۔ چنانچہ آج کا یورپ اپنے کلچر سے بیگانہ ہوتا جا رہا ہے۔ مضمون نگار نے اعداد و شمار کے ساتھ مسلمانوں کا یورپی ملکوں

میں تناسب بتایا ہے کہ اٹلی میں ۲فیصد' جرمنی میں ۵فیصد' پراگ میں ۱۰فیصد' بڈاپسٹ میں ۵فیصد اور سوئٹزرلینڈ میں ۶فیصد مسلمان ہیں۔ فرانس جو مذہباً کیتھولک ملک ہے وہاں مسلمانوں کی تعداد پروٹسٹنٹ عیسائیوں اور یہودیوں سے زیادہ ہو گئی ہے۔ اٹلی میں اسلام دوسرا بڑا مذہب بن چکا ہے۔ جرمنی میں ترک مسلمانوں کی تعداد ۲۰لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ یہی حال سپین' برطانیہ اور بلجیئم کا ہے۔ غرض وہ یورپ کہ جس نے ایک سو سال تک اپنی کالونیوں کو اپنے کلچر سے نوازا اور ایشیا اور افریقہ سے لاکھوں لوگ "مہذّب اور تعلیم یافتہ" بنانے کو یورپ بھیجے' آج وہی لوگ یورپ کے کلچر کے متوازی اپنے کلچر کا پورا پورا تحفظ کر کے یورپین افراد کو متاثر کرنے میں بہت حد تک کامیاب ہو رہے ہیں۔

نیوزویک کے اس مضمون (اجنبی یورپ) کے وقائع نگار کرسٹوفرڈکّی نے آخر میں جو نتیجہ نکالا وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ لکھتا ہے :

> "یہ ہمارے شہروں میں بسنے والے مسلمان' ان کو ہم خود یہاں لائے ہیں' اب ان کا یہاں سے نکلنا ناممکن ہے۔ یہ اپنے دین کو چھوڑنے والے نہیں۔ یہ ایک غالب عنصر ہیں۔ تہذیبوں کے تصادم میں مسلمان تہذیب مارکیٹ کی تہذیب ہے اور مارکیٹ میں وہی چیز مقام بناتی ہے جو اعلیٰ ہو۔ یہ یورپ کے مستقبل کی تہذیب ہے اور یہ یورپ کا آئندہ دین ہے۔ یورپ کا چہرہ بدل رہا ہے اور مستقبل میں یہ چہرہ ایک اسلامی چہرہ ہو گا"۔ (ان شاء اللہ)

امریکہ میں مقیم مسلم خواتین کی انجمنوں کی تعداد میں تقریباً چھ گنا اضافہ ہو گیا ہے اور یہ انجمنیں امریکی معاشرے میں مسلم خواتین سے امتیازی سلوک کے خلاف صف آراء ہیں۔ امریکی معاشرے میں بدکرداری اور اخلاقی پستی جس انتہا کو جا پہنچی ہے وہاں کے لوگ خود اس سے عاجز و بیزار ہیں۔ چنانچہ ایڈز کے خدائی عذاب نے ان کی اس حد تک آنکھیں کھول دی ہیں کہ آج بعض ریستورانوں میں ایسے نوٹس (Notice) لگے عام نظر آتے ہیں کہ "نیم برہنہ اور عریاں خواتین کا داخلہ بند ہے"۔ نیز اخباروں میں ایسی خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ ۱۹۹۴ء کے صرف ماہ اگست میں دو ہزار نوجوان طالبات نے بے حیائی اور بدکرداری سے پرہیز کی قسم کھائی ہے۔ لاکھوں والدین نے اپنی بیٹیوں کو حیا کی

نشانی کے طور پر انگوٹھیاں خرید کر پہنائیں اور حلف لیا کہ وہ باعصمت رہیں گی۔ آج ان کے ہاتھوں میں پہنی یہ انگوٹھیاں ان کی شرافت کی دلیل اور خود ان کے لئے باعثِ فخر ہیں۔

امریکہ کی بات ہو رہی ہے تو میں یہاں امریکہ کے پہلے صدر جارج واشنگٹن کے پڑپوتے جارج اشقون کے قبولِ اسلام کی ایمان افروز وارداتِ قلبی کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتی ہوں جو انہوں نے سعودی انگریزی سروس کے سامنے بیان کی تھی۔ فرماتے ہیں :

"میری افغانستان میں بطور صحافی کیمرہ مین کے، مشہور رسالہ "Times" کی طرف سے تعیناتی ہوئی۔ وہاں میں نے عام افغان مجاہدین کے اندر جو اسلامی روح محسوس کی اس نے مجھے متحیر کر کے رکھ دیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ عین معرکۂ جنگ میں وقت آنے پر نمازوں کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اپنے خالق و مالک کو راضی کرنے کے لئے ہم یہ عبادت کرتے ہیں۔ جب میں انہیں جوش و جذبے کے ساتھ جہاد کرتے دیکھتا کہ نہتے ہوتے ہوئے بھی وہ ایک بڑی فوجی طاقت کے ساتھ لڑ رہے ہیں تو میں اپنے دل میں کہا کرتا کہ یہ لوگ کمزور اور نہتے ہونے کے باوجود اپنے طاقتور دشمن پر یقیناً فتح و غلبہ حاصل کرلیں گے، اس لئے کہ ان کے دلوں میں وہ ایمان موجزن ہے جس سے روسی فوج محروم ہے۔ میں نے قیامِ افغانستان کے دوران احادیث نبویؐ کا مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا کہ "وہ اپنے ایمان کی بدولت کامیاب و کامران ہوں گے"۔ اور رہوا بھی یہی کہ ایمان کی قوت سے افغان مجاہدین بالآخر جدید ترین جنگی ساز و سامان سے لیس روسی فوج کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے"۔

"سنڈے ٹیلی گراف" میں شائع ہونے والے ایک مضمون کے مطابق ۱۹۸۹ء سے ۱۹۹۸ء تک برطانیہ میں ۲۰ ہزار لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ ان میں ایک سینئر جج لارڈ جسٹس اسکارٹ کا صاحبزادہ اور صاحبزادی اور ممتاز برطانوی شخصیت سر ولیم ویلکنس کا بیٹا میتھیو ویلکنس بھی شامل ہیں۔

برطانیہ کے ایک مشہور و معروف گلو کار اور موسیقار کیٹ اسٹیونز کے قبولِ اسلام کا تذکرہ بھی نہایت دلچسپ ہے۔ انہوں نے جب قرآن پڑھا تو وہ ان کے دل میں اترتا چلا گیا اور جب سورۂ یوسف پڑھی تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ سورۂ یوسف کے مرکزی کردار حضرت یوسف علیہ السلام کے نام پر اپنا نام یوسف اسلام رکھا۔ وہ اب بھی گاتے ہیں، لیکن اب صحرائی پس منظر میں "طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا" جیسی نعت یا پھر اسلام کی عظمت کے گیت گاتے ہیں۔ شاعری بھی ان کے اپنے دل کی آواز ہوتی ہے۔ انہوں نے بوسنیا کے مظلوموں پر بھی بہت دردانگیز گیت لکھے ہیں۔ آج یوسف اسلام، اسلام کے نمائندے کی حیثیت سے تعلیمی، تبلیغی اور تدریسی میدان میں بہت مؤثر اور مفید کام کر رہے ہیں۔

برطانیہ کی بات ہو رہی ہے تو یہاں کی ویلز یونیورسٹی کے اسلامک سنٹر فار سٹڈیز لندن کے ڈائریکٹر کا ذکر ضروری ہے جو اس بات پر تحقیق کر رہے ہیں کہ برطانوی خواتین اتنی تیزی سے اسلام کیوں قبول کر رہی ہیں۔ اب تک محققین اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام قبول کرنے والی خواتین اکثر متوسط طبقے سے تعلق رکھتی ہیں اور ملازمت پیشہ ہیں۔ اسلام قبول کرنے والی خواتین کے خلاف حکومتی کارروائیوں کے باوجود نو مسلم خواتین ملازمتوں سے فراغت تو قبول کر لیتی ہیں مگر اسلام چھوڑنے کا ذکر تک سننا گوارہ نہیں کرتیں۔

اٹلی یورپ ہی کا ایک اہم ترین ملک اور کیتھولک عیسائی فرقے کا گڑھ ہے۔ اس کے دارالخلافہ روم میں، جہاں ویٹی کن سٹی اور پوپ پال کی رہائش گاہ موجود ہے، اسلامک سنٹر کا افتتاح ریاض کے گورنر شہزادہ سلمان بن عبد العزیز نے اٹلی کے صدر کے ہاتھوں کروایا اور افتتاح کے موقع پر ویٹی کن سٹی کے ایک نمائندے کی شرکت پوری دنیا کے لئے ایک حیران کن خبر تھی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ مؤتمر عالم اسلامی اس قسم کے اسلامک سنٹر ہالینڈ، بلجیئم، جنیوا اور میڈرڈ میں بھی قائم کر چکی ہے۔

فرانس میں ۱۹۹۱ء سے مسلم طالبات اور فرانسیسی حکومت کے درمیان سکارف اور حجاب کا مشہور جھگڑا مدتوں عدالتوں کی رونق اور اخباروں کی زینت بنتا رہا، جس سے عالم

عیسائیت کی اسلام کے لئے تنگ نظری اور بے انصافی سامنے آتی ہے۔ آخر ہیومن رائٹس کمیشن حرکت میں آئی اور عدالت سے مسلم طالبات کو مذہبی آزادی کا حق دلوانے میں کامیاب رہی۔ اب فرانس میں ۱۹۹۱ء والی کیفیت نہیں' یہاں اسلام کا کارواں بڑی تیزی کے ساتھ رواں دواں ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ فرانس کی سرزمین نے مسلمانوں کے لئے اپنی بانہیں پھیلادی ہیں۔ آج فرانس میں اسکارف اور حجاب مسلم خواتین کا امتیازی نشان ہے اور حکومت کے معاندانہ رویّہ کے باوجود خواتین اسلام کے اس عالمی قافلے میں جوق در جوق شریک ہو رہی ہیں۔ میرے سامنے تبلیغی جماعت کی ایک خاتون نے اپنے دورۂ فرانس کا ذکر کرتے ہوئے حلفیہ بتایا کہ ہماری تبلیغ سے متأثر ہو کر صرف ایک دن میں ایک سو خواتین نے برقعے سلوائے تھے اور شرعی پردہ بخوشی اختیار کرلیا تھا۔

جرمنی کی برلن یونیورسٹی کی شعبہ سوشل سٹڈیز کی طالبہ اریکہ سیفرٹ جن کا اب اسلامی نام رقیہ ہے' اپنے قبولِ اسلام کی وجہ یوں بیان کرتی ہیں :

"میں اس لئے مسلمان ہوئی کہ یورپی طرزِ زندگی سے میں بیزار ہو چکی تھی۔ یورپی زندگی خصوصاً خواتین کے لئے انسانی فطرت کے قطعاً خلاف ہے۔ یورپ میں عورت کو صرف فیشن کی حیثیت سے قبول کیا جاتا ہے۔ یہاں سیرت سے زیادہ صورت کو اہمیت حاصل ہے۔ یورپین معاشرے میں دولت خدا ہے۔ میرے خیال میں اسلام فطرت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے امتِ مسلمہ کا ایک فرد بننے کا فیصلہ کیا۔ نبی آخر الزمان ﷺ پر نازل کردہ کتاب' قرآن مجید' میں ہمارے تمام مسائل کا حل موجود ہے"۔

یورپ اور امریکہ کی بات ہو چکی' اب آتے ہیں مشرق بعید کے ممالک کی طرف ـــــ اور جاپان سے شروع کرتے ہیں۔ جاپان میں مختلف اسلامی جماعتیں (تبلیغی جماعت سمیت) دعوتِ دین کا فریضہ سرانجام دے رہی ہیں۔ ان کی رپورٹ کے مطابق جاپانی مَردوں کی نسبت قبول اسلام میں جاپانی پڑھی لکھی خواتین زیادہ مائل ہیں۔ سعودی ڈاکٹر صالح مہدی کے مطابق (جنہوں نے کئی مرتبہ جاپان کا دورہ کیا) "جاپان کا سب سے بڑا مذہب شنٹوازم ہے جس کی پھر کئی شاخیں ہیں' جن میں ایک اومونوکیو ہے۔ یہ فرقہ اسلام

سے بہت حد تک قریب اور توحید پر ہے۔ اس لئے اس فرقہ کے لوگ اسلام سے بہت جلد متاثر ہوتے ہیں اور دعوت و تبلیغ سن کر فوراً اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

ہانگ کانگ میں مسلمانوں کی تعداد تین ہزار ہے' ان میں زیادہ تر چینی مسلمان ہیں۔ اس شہر میں چھ بڑی مساجد اور ایک عظیم الشان اسلامک سنٹر ہے جو وہاں کے لوگوں میں اسلام کے فہم و تعلیم کو عام کرنے کے لئے کوشاں ہے۔

جنوبی کوریا میں اسلام کی نشر و اشاعت کا کام بڑی تندہی سے ہو رہا ہے۔ وہاں اسلام قبول کرنے والے نومسلم اس کام کو آگے بہت بڑھا اور پھیلا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں عائشہ کم کے تاثرات پڑھئے۔ فرماتی ہیں :

> "اللہ کا شکر اور احسان ہے کہ اس نے قبول اسلام کے بعد مجھے اپنی ساری صلاحیتیں دعوت و تبلیغ کے لئے وقف کر دینے کی توفیق عطا کر دی۔ میں نے کوشش کی کہ ہر تعلیم یافتہ خاتون تک اسلام کا پیغام پہنچا دیا جائے اور میری کوششیں توقع سے کہیں بڑھ کر بار آور ثابت ہوئیں اور خواتین کی بہت بڑی تعداد حلقہ بگوش اسلام ہو گئی۔ خصوصاً کالجوں اور یونیورسٹی کی طالبات سے میں نے تسلسل کے ساتھ رابطہ رکھا اور وہ بہت مفید ثابت ہوا۔ میں خواتین کو بتاتی ہوں کہ اسلام عورت کو کیا مقام اور حیثیت دیتا ہے' کس طرح خاندانی نظام کی حفاظت کرتا ہے اور میاں بیوی دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری کی تاکید کرتا ہے"۔

فلپائنی اداکار رابن کا قبول اسلام بھی اس ملک کے اخباروں میں نمایاں مقام لے رہا ہے۔ آج کل رابن اسلحہ رکھنے کے جرم میں قید کاٹ رہا ہے۔ رابن کا کہنا ہے کہ "اسلام نے مجھے جذباتی اور روحانی طور پر مزید مستحکم بنا دیا ہے۔ اس سال میں نے جیل میں پہلی بار رمضان کے روزے رکھے"۔ اداکار رابن نے فلپائنی عوام سے کہا ہے کہ وہ اسلام کو بہتر طور پر سمجھنے کی کوشش کریں۔

آخر میں مسلمان برادر ملک ترکی کا تذکرہ کرنا ہرگز نہ بھولوں گی' جس میں اسلامی خلافت کے خاتمے کے بعد مصطفیٰ کمال پاشا سیکولر راہوں پر چل نکلا اور عربی رسم الخط' عربی میں نماز اور قرآن کی تلاوت' یہاں تک کہ عربی میں اذان تک ممنوع قرار دے

دی' لیکن وہ مسلم ترکوں کے دلوں اور نئی نسلوں سے اسلام کو نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اسلامی تحریک بتدریج وہاں پھیلتی رہی اور آج کل وہاں ایک مثبت تبدیلی دیکھنے میں آ رہی ہے۔ ترکی حجاج کی تعداد میں روز بروز اضافہ اور برادر مسلم ممالک کے عوام سے ترکوں کی والہانہ محبت اسلامی انقلاب کی آمد کا پتہ دیتی ہے۔ استنبول' ترکی کا دار الحکومت ایک نئی سحر کی نوید دے رہا ہے' یہ عظمتِ اسلام کی سحر ہے۔ آج بھی استنبول کی دیواروں پر کبھی کبھار ابھرتی یہ تحریر نہایت امید افزا ہے کہ "ترکی اسلام کا تھا' اسلام کا ہے اور اسلام کا رہے گا"۔ گزشتہ الیکشن میں اسلامی مزاج و فکر رکھنے والی رفاہ پارٹی کی کامیابی نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ آج کی سیکولر ذہن رکھنے والی حکومت نے حجاب اور داڑھی کو یونیورسٹی کی سطح پر ممنوع قرار دیا تو طلبہ کے احتجاجی مظاہروں اور ہڑتالوں نے حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا اور وہ اسلام پسند طلبہ کا یہ مطالبہ ماننے پر مجبور ہو گئی کہ حجاب پہننے والی طالبات اور داڑھی رکھنے والے طلبہ کو بھی ترکی کی یونیورسٹیوں میں داخلہ مل سکتا ہے۔ سیاسی مبصرین ان حالات سے یہ اندازہ لگانے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ اب ترکی میں اسلامی تحریک کو روکنا ناممکنات میں سے ہو گا۔

مضمون کی طوالت کے پیشِ نظر دیگر برادر اسلامی ممالک کا مختصراً ذکر کرتی ہوں۔ الجزائر' سوڈان اور مصر میں آئے دن اسلام پسند عناصر کی سینکڑوں کی تعداد میں اپنوں کے ہاتھوں ہلاکت سے اتنا تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہاں اسلامی تحریکیں کس جذبۂ صادق کی حامل ہیں اور ایثار و قربانی کے کس مقام بلند پر جا پہنچی ہیں' جس کے بعد کامیابی قدم چومتی ہے ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اُتنا ہی یہ اُبھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

قرآن حکیم میں اللہ کا وعدہ تکمیلِ ایمان کی شرط کے ساتھ پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہے : ﴿ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ اور کتبِ احادیث میں ایسی حدیثیں بھی موجود ہیں جن میں دنیا کے خاتمے سے قبل پورے کرۂ ارضی پر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کی خوشخبری ملتی ہے۔ الغرض دنیا کی موجودہ فرسٹریشن اور اعصابی و اخلاقی

بیماریوں کا علاج اسلام ہے۔ اسلام میں ہی نفرت و جنگ کی آگ کے دہانے پر کھڑی انسانیت کے لئے امن و سلامتی کا پیغام ہے۔ اسلام ہی آج کی پیاسی روحوں کے لئے چشمۂ آبِ حیات ہے اور تپتے صحرا کے مسافروں کے لئے واحد نخلستان۔ بقول علامہ اقبال ؎

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے!
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے!!

(ان شاء اللہ)

کتاب و سُنّت کی تعلیمات پر مبنی

نوراسلام اکیڈمی کی مطبوعات

تنظیمِ اسلامی پاکستان کے سالانہ اجتماع

(منعقدہ ۶ تا ۸ نومبر' بمقام کراچی) کے موقع پر

33% خصوصی رعایت پر

دستیاب ہوں گی

بامقصد عملی موضوعات' احادیث کے مکمل حوالہ جات' بہترین کمپیوٹر کمپوزنگ' دیدہ زیب رنگین ٹائٹل' اعلیٰ سفید کاغذ اور معیاری طباعت' ہماری مطبوعات کا طغرائے امتیاز ہے

نوراسلام اکیڈمی 'پوسٹ بکس **5166**' ماڈل ٹاؤن لاہور

(فون : **5884789** — دوپہر دو بجے کے بعد)

سالانہ اجمالی جائزہ رپورٹ

تنظیمِ اسلامی پاکستان

برائے تنظیمی سال ۹۸-۱۹۹۷ء

از : عبدالرزاق، ناظم اعلیٰ

تنظیموں اور تحریکوں کی زندگیوں میں وقتاً فوقتاً رُک کر ماضی کی کامیابیوں اور ناکامیوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی جائزے کی روشنی میں مستقبل کا لائحہ عمل ترتیب دیا جاتا ہے۔ تنظیم اسلامی اپنے قیام کے بعد سے ہر سال اپنے سالانہ اجتماع کے موقع پر اس کا اہتمام کرتی رہی ہے۔ آج تنظیم کے تیئیسویں (۲۳) سالانہ اجتماع کے موقع پر سال گزشتہ کے دوران ہونے والی سرگرمیوں کا نہایت اجمالی جائزہ پیش خدمت ہے۔

گزشتہ سال کے دوران امراء / ناظمین حلقہ جات نے الحمدللہ اپنے اپنے حلقوں میں تنظیم کے مقاصد کے حصول کیلئے اپنے ساتھیوں کے تعاون سے بھرپور جدوجہد کی۔ تنظیم کے انتہائی محدود وسائل کے باوجود رفقاء کی محنت کو بہتر منصوبہ بندی کے ذریعے نتیجہ خیز بنانے کی کامیاب کوشش کی گئی۔ اپنے وسائل کے دائرے میں رہتے ہوئے توسیع دعوت کیلئے مختلف النوع طریقے اختیار کئے گئے۔ رفقاء کی تربیت اور محاسبہ کے عمل کو حکمت و تدبیر سے چلانے کی کوشش کی گئی۔

امیر محترم کی مصروفیات

امیر محترم نے گھٹنوں کی شدید تکلیف کے باوجود ماہ جنوری ۹۸ء میں رمضان المبارک کے دوران قرآن اکیڈمی کراچی میں الحمدللہ دورۂ ترجمہ قرآن کی تکمیل کی جسے ڈیجیٹل ویڈیو پر ریکارڈ کیا گیا۔ اس پروگرام کے بعد امیر محترم اپنے گھٹنوں کے آپریشن کے سلسلے میں ۲۰/ فروری کو امریکہ روانہ ہو گئے۔ الحمدللہ کہ گھٹنوں کا آپریشن کامیاب ہوا اور موصوف مناسب آرام کے بعد ۲۱/ مئی کو واپس تشریف لائے۔ ۲۳/ مئی کو مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شریک ہوئے اور رفتہ رفتہ دعوتی معمولات کا آغاز کر دیا۔ جس کا تذکرہ رپورٹ

میں مختلف مقامات پر ہو گا۔

نظامِ مشاورت

بیعت کی اساس پر قائم ہیئت تنظیمی میں مشاورت کی اہمیت دستوری و قانونی جماعتوں کے مقابلے میں بڑھ کر ہوتی ہے۔ الحمدللہ کہ اس کی اہمیت کے پیش نظر تنظیم اسلامی میں ہر سطح پر مشاورت کا نظام اپنی اصل روح کے ساتھ مقامی تنظیموں اور حلقہ جات کی سطح پر بھی جاری و ساری ہے۔

مرکزی دفتر میں ناظمین کا اجلاس ہر ہفتے باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ نیز ایک ماہانہ اجلاس امیر محترم کے ساتھ ہوتا ہے۔ امراء و ناظمین حلقہ جات کا اجلاس ناظم اعلیٰ کے ساتھ نیز مرکزی ناظمین کے ہمراہ امیر محترم کے ساتھ ہر دو ماہ بعد ہوتا ہے، جس میں پورے پاکستان کی تنظیمی و دعوتی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

مرکزی مجلس مشاورت کا اجلاس ہر چار ماہ بعد منعقد ہوتا ہے جس میں منتخب اراکین شریک ہوتے ہیں (مرکزی مجلس مشاورت کا انتخاب ہر دو سال کے بعد ہوتا ہے۔ اس سال کے دوران نئے انتخابات ہوئے) اس اجلاس میں مرکزی و حلقہ جات کے امراء و ناظمین بھی شریک ہوتے ہیں۔ اس طرح مرکزی مجلس مشاورت کے اراکین کی کل تعداد چالیس ہو جاتی ہے۔ گزشتہ سال کے دوران مرکزی مجلس مشاورت کے تین اجلاس ہوئے۔ مزید برآں رفقاء کی آراء سے استفادہ کیلئے توسیعی مشاورت کا اہتمام بھی کیا گیا۔

توسیعی مجلس عاملہ کے اجلاس

تنظیم کی پالیسیوں اور لائحہ عمل پر مشورے اور حلقوں کے تنظیمی مسائل پر گفتگو کیلئے دوران سال تین مرتبہ دسمبر۹۷ء، مئی ۹۸ء اور جولائی ۹۸ء میں مرکز میں توسیعی مجلس عاملہ کے دو روزہ اجلاس ہوئے جن میں پاکستان کے آٹھوں حلقوں کے امراء / ناظمین نے شرکت کی۔ راقم نے بھی مختلف مواقع پر حلقہ جات کے دورے کئے اور مقامی تنظیموں کے امراء اور دیگر ذمہ دار رفقاء سے ملاقاتیں کر کے مقامی مسائل کو حل کرنے کیلئے مشورے اور ہدایات دیں۔

انتظامی ڈھانچہ

تنظیم اسلامی پاکستان کو انتظامی سہولت کے پیش نظر دس حلقہ جات میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ان دس حلقوں کے تحت ۳۴ تنظیمیں اور ۷۴ منفرد اسرہ جات ہیں جو پاکستان کے چاروں صوبوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

رفقاء کی تعداد اور موجودہ سال کے دوران اضافہ

تنظیم اسلامی پاکستان میں اس وقت رفقاء کی تعداد ۲۱۸۱ ہے۔ ان میں سے ۸۰۲ ملتزم اور ۱۳۷۹ مبتدی رفقاء ہیں۔ ان میں ۱۵۰ کے لگ بھگ وہ رفقاء شامل نہیں ہیں جو سعودی عرب کے مختلف شہروں میں مقیم ہیں۔ ان رفقاء سے اس وقت رابطہ منقطع کرنا پڑا جب گزشتہ سال سعودی حکومت نے الجبیل میں ہمارے ۱۱ رفقاء کے خلاف ایکشن لیتے ہوئے ان میں سے تین کو پہلے قید کیا اور پھر ان تینوں سمیت مزید ۸ رفقاء کو ملازمتوں سے برطرف کر کے پاکستان بھجوا دیا۔ اس سال کے دوران ۲۸۱ رفقاء کا تنظیم میں اضافہ ہوا۔ سب سے زیادہ ۵۴ رفقاء حلقہ سرحد میں بنے۔ اس کے بعد ۵۰' ۵۰ حلقہ پنجاب شرقی اور سندھ بلوچستان میں' ۴۴ حلقہ پنجاب شمالی میں' ۲۴ پنجاب غربی' ۲۳ عرب امارات' ۲۶ گوجرانوالہ ڈویژن میں' جبکہ پنجاب جنوبی میں ۱۹ اور آزاد کشمیر میں ۷ رفقاء کا اضافہ ہوا۔

مبتدی سے ملتزم بننے والے رفقاء کی تعداد

تنظیم اسلامی پاکستان کے تمام حلقوں میں دوران سال مبتدی سے ملتزم بننے والے رفقاء کی تعداد ۶۸ ہے۔

لاتعلق' معتذر اور تنظیم سے معذرت کرنے والے رفقاء کی تعداد

دورانِ سال تمام حلقہ جات سے کل ۱۵۷ رفقاء کو لاتعلق جبکہ ۱۵ کو معتذر قرار دیا گیا۔ ۴۲ رفقاء نے تنظیم سے مختلف وجوہات کے باعث معذرت کی اور ۱۰ رفقاء کا اخراج کیا گیا۔

تنظیمی اجتماعات کی کیفیت

تنظیمی اجتماعات بحمد اللہ قریباً تمام حلقوں میں نظام العمل کے مطابق منعقد ہوتے رہے۔ ان اجتماعات میں رفقاء اپنی سیرت و کردار کی خامیوں کا جائزہ لے کر اور ایک دوسرے کو توجہ دلا کر انہیں دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مزید برآں اپنی دعوتی سرگرمیوں اور ذاتی رابطوں کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے پیش آمدہ مشکلات و مسائل کو باہمی مشورے سے حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تربیتی اجتماعات

رفقاء کی فکری و عملی تربیت کیلئے تربیتی اجتماعات کا انعقاد کیا جاتا ہے' جن میں مطالعہ لٹریچر' بنیادی دینی موضوعات پر مذاکرے اور تقاریر ہوتی ہیں' جس سے رفقاء میں فکری پختگی اور مافی الضمیر کو بیان کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ دوران سال یہ اجتماعات بھی تمام حلقوں میں باقاعدگی سے منعقد ہوتے رہے۔

دعوتی اجتماعات

عوام کو تنظیم کی دعوت اور نظامِ خلافت کے قیام کیلئے انقلابی طریقہ کار سے متعارف کروانے کیلئے یہ پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں۔ یہ پروگرام دروسِ قرآن اور کارنر میٹنگز کی صورت میں منعقد ہوتے ہیں جن میں بین الاقوامی حالات کے تناظر میں اسلام کا مستقبل اور پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام جیسے موضوعات پر تقاریر ہوتی ہیں۔ کارنر میٹنگز عموماً ماہانہ بنیادوں پر ہوتی ہیں۔ دوران سال یہ پروگرام بیشتر تنظیموں میں باقاعدگی کے ساتھ ہوئے۔ اکثر حلقہ جات میں کافی رفقاء جامع مساجد میں خطاب جمعہ کی ذمہ داری باقاعدگی سے نبھا رہے ہیں' جس کے ذریعے عوام الناس تک دینی فرائض کا جامع تصور اور پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کی ضرورت اور اس کا طریقہ کار پہنچایا جاتا ہے۔

یک روزہ / دو روزہ / ہفت روزہ پروگرام

ان پروگراموں کا مقصد جہاں رفقاء کی فکری و عملی تربیت اور سیرت و کردار کا تزکیہ ہوتا ہے وہیں ایسے دور دراز علاقوں کے لوگوں تک دین کی انقلابی دعوت پہنچانا بھی ہوتا ہے جہاں یہ دعوت پہلے نہ پہنچی ہو۔ رفقاء ایک امیر کی قیادت میں دس دس پندرہ پندرہ کی تعداد میں جماعتوں کی صورت میں گھروں کے آرام و آسائش کو تج کر نکلتے ہیں۔ مختلف مساجد میں قیام کرتے ہوئے' ذاتی رابطوں' دروسِ قرآن' کارنر میٹنگز اور تقسیم لٹریچر کے ذریعے نظامِ خلافت کے مختلف پہلوؤں کو لوگوں کے سامنے لایا جاتا ہے۔ اس سال کے دوران ۳۹ ایک روزہ پروگرام' ۱۶ مقامات پر دو روزہ اور ۴ مقامات پر ہفت روزہ پروگرام منعقد ہوئے۔

حلقہ ہائے دروسِ قرآن

رفقاء تنظیم اپنی فکر کی تازگی' ایمان کی آبیاری اور لوگوں کو اسلام کے انقلابی فکر سے

متعارف کروانے کیلئے قرآن مجید کے دروس کا اہتمام کرتے ہیں۔ تنظیم کے نظم کے تحت لازمی اجتماعات کے علاوہ لگ بھگ ۲۲۰ مقامات پر تنظیم کے رفقاء روزانہ / ہفتہ وار / پندرہ روزہ / ماہانہ دروسِ قرآن کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسی طرح بہت سی مساجد میں رفقاء خطبات جمعہ میں قرآن مجید کی انقلابی تعلیمات کو عام کرنے میں مصروف ہیں۔ دورانِ سال یہ سلسلہ باقاعدگی سے جاری رہا۔

علاقائی ریلی پروگرام

تنظیمی سال کے پہلے نصف کے دوران رمضان المبارک کی مصروفیت اور اس کے فوراً بعد امیر محترم کے گھٹنوں کے آپریشن کے باعث ریلی پروگرام منعقد نہ ہو سکے۔ نصف ثانی کے دوران ہر حلقے میں ایک ایک ریلی یا جلسے کا پروگرام طے کیا گیا۔ چنانچہ ۲۳/ اگست کو حلقہ سرحد کے شہر بٹ خیلہ میں ریلی ہوئی جس میں حلقے کے تمام رفقاء شریک ہوئے۔ امیر محترم نے جلسے سے قبل بٹ خیلہ بار کونسل سے خطاب کیا ــــــ اور جلسے کے بعد شام کو بٹ خیلہ پریس کلب میں صحافیوں کے سوالات کے جواب بھی دیئے۔

دوسرا پروگرام حلقہ پنجاب غربی کے تحت ۲۸ تا ۳۰/ اگست قرآن ہال سرگودھا میں منعقد ہوا جس میں حلقے کے تمام رفقاء نے شرکت کی۔ امیر محترم نے خلافت کی حقیقت اور اس کا دستوری و سیاسی' معاشی اور معاشرتی ڈھانچہ کے موضوعات پر تین خطبات ارشاد فرمائے۔ امیر محترم کی رفقاء سے ملاقات کا اہتمام بھی کیا گیا جس میں امراء تنا ظیم اور نقباء نے رپورٹیں پیش کیں اور رفقاء نے امیر محترم سے سوالات بھی کئے۔ بعد میں دو صحافی حضرات نے امیر محترم کا انٹرویو ریکارڈ کیا۔

تیسرا پروگرام حلقہ سندھ بلوچستان کے تحت کراچی میں ۶/ ستمبر کو بعد نماز عشاء گلشن اقبال میں ایک جلسے کی صورت میں ہوا۔ امیر محترم نے "پاکستان میں نفاذ شریعت کا درست طریقہ کار" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

چوتھا پروگرام حلقہ پنجاب شمالی میں ۱۳/ ستمبر کو منعقد ہوا۔ حلقے کے نئے دفتر میں امیر محترم نے رفقاء حلقہ سے ملاقات کی۔ شام کو ہمدرد ہال میں نفاذ شریعت اور عہد حاضر کے تقاضے کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس کے ساتھ ۱۴/ ستمبر کو ایبٹ آباد میں ایک جلسہ سے بھی خطاب فرمایا۔

پانچواں پروگرام حلقہ پنجاب جنوبی میں ۲۰۔ ۲۱/ ستمبر ۹۸ء کو ہوا۔ ناظم حلقہ نے جلسے کیلئے

وہاڑی شہر کو منتخب کیا تھا۔ چنانچہ ۲۰/ ستمبر کو بعد نماز عصر رفقاء حلقہ نے پورے شہر میں ریلی کی صورت میں چکر لگایا۔ بعد نماز مغرب کارپوریشن کے سبزہ زار میں جلسے کا اہتمام تھا۔ امیر محترم نے "نفاذ شریعت اور جاگیرداری و سرمایہ داری کا خاتمہ" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اگلے روز وہاڑی بار ایسوسی ایشن میں وکلاء سے خطاب فرمایا۔

چھٹا پروگرام حلقہ پنجاب شرقی میں ۲۶/ ستمبر کو بعد نماز عشاء لاہور میں چوبرجی کوارٹرز کی گراؤنڈ میں ایک جلسہ عام کی صورت میں منعقد ہوا جس میں امیر محترم نے "پاکستان اور نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت" کے عنوان پر مفصل خطاب فرمایا۔ امیر محترم سے قبل مولانا خورشید گنگوہی صاحب معاون تحریک خلافت نے بھی جلسے سے خطاب کیا۔ اسی پروگرام کے تسلسل میں امیر محترم نے ۳/ اکتوبر کو ہارون آباد اور ۴/ اکتوبر کو بہاولنگر میں جلسہ ہائے عام سے بھی خطاب فرمایا۔

ساتواں پروگرام حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن میں ۱۷/ اکتوبر ۹۸ء کو شیرانوالہ باغ میں بعد نماز عشاء منعقد ہوا جس میں امیر محترم نے "انقلابِ محمدی اور جدید دور کے تقاضے" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اگلے روز حلقے کے رفقاء سے ملاقات فرمائی۔ ۱۷/ اکتوبر ہی کو گوجرانوالہ چیمبر آف کامرس کے وسیع ہال میں تاجروں سے خطاب فرمایا۔

آٹھواں پروگرام حلقہ آزاد کشمیر کے تحت مظفر آباد کلب ہال میں ۱۹/ اکتوبر کو منعقد ہوا' جس میں حلقے کے تمام رفقاء نے شرکت کی۔ امیر محترم نے "عہد حاضر میں نظامِ خلافت" کے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا۔ اگلے روز صبح ۸ بجے رفقاء حلقہ سے ملاقات ہوئی۔ دس بجے چیدہ صحافی حضرات نے امیر محترم کا انٹرویو لیا۔ ساڑھے گیارہ بجے جہاد کونسل کے ارکان سے ملاقات کی اور بعد نماز مغرب مسجد سلطانی مظفر آباد میں سورۃ الحج کے آخری رکوع کا درس دیا۔

رمضان المبارک میں دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگرام

اس سال رمضان المبارک کے دوران دورۂ ترجمۂ قرآن کا سب سے بڑا پروگرام قرآن اکیڈمی کراچی کی جامع مسجد میں ہوا جہاں امیر محترم نے دورۂ ترجمۂ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ قرآن اکیڈمی لاہور میں ناظم حلقہ آزاد کشمیر جناب خالد محمود عباسی اور قرآن اکیڈمی ملتان میں ڈاکٹر طاہر خان خاکوانی نے دورۂ ترجمۂ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ ان حضرات کے علاوہ لاہور' ملتان' راولپنڈی' فیصل آباد' پشاور' سرگودھا' گوجرانوالہ وغیرہ میں بہت سے سینئر رفقاء

پنے دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگرام کروائے۔ علاوہ ازیں تراویح کے ساتھ ہر پارے کے مضامین کا خلاصہ بھی بعض مقامات پر بیان کیا گیا۔ دورۂ ترجمۂ قرآن کے ویڈیو کیسٹس سے بھی متعدد مقامات پر استفادہ کیا گیا۔

منکرات کے خلاف احتجاجی مظاہرے

تنظیم اسلامی قرآنی حکم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے حوالے سے امر بالمعروف کے ساتھ ساتھ نہی عن المنکر پر بھی پورا زور دیتی ہے۔ معاشرے میں موجود مختلف منکرات اور حکومت اور دیگر اداروں کے خلافِ اسلام اقدامات کے خلاف تنظیم اسلامی وقتاً فوقتاً پُرامن احتجاجی مظاہروں کا اہتمام کرتی ہے۔ رفقاء پلے کارڈز اور بینرز' جن پر منکرات کے خلاف نعرے درج ہوتے ہیں' اُٹھا کر منظم انداز میں سڑکوں پر گشت کرتے ہیں۔ لاؤڈ سپیکر پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی خلاف ورزی کے بھیانک انجام سے متعلقہ اداروں اور عوام کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ اسی موضوع پر عوام میں ہینڈ بلز بھی تقسیم کئے جاتے ہیں۔ دوران سال پاکستان کے مختلف بڑے شہروں میں منکرات کے خلاف ۲۰ مظاہرے کئے گئے۔

اساتذہ سے خصوصی رابطہ

گزشتہ سال کے دوران امراء / ناظمین حلقہ جات کو اسکولوں اور کالجوں کے اساتذہ سے خصوصی طور پر رابطہ کر کے اپنی دعوت پہنچانے کا ہدف دیا گیا تھا۔ تمام حلقوں کی رپورٹس کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا ہے کہ الحمدللہ تمام حلقوں میں اساتذہ سے رابطہ کا کام ہوا ہے' خصوصاً حلقہ آزاد کشمیر' حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن' حلقہ پنجاب غربی اور پنجاب شمالی میں اس ہدف پر خصوصی محنت کی گئی ہے' جو ان شاء اللہ بار آور ثابت ہو گی۔

کھپت جرائد

تنظیم اسلامی کا نقیب و ترجمان ماہنامہ میثاق اور تحریک خلافت کا ہفت روزہ ندائے خلافت دوران سال الحمدللہ باقاعدگی سے شائع ہوتے رہے اور تمام حلقوں میں رفقاء تک پہنچائے جاتے رہے۔ میثاق اور ندائے خلافت کی حلقہ جات میں کھپت بالترتیب ۲۱۰۳ اور ۲۱۷۲ رہی۔ میثاق اور ندائے خلافت کے سالانہ خریدار' جن کی تعداد بالترتیب ۱۴۵۰ اور ۴۷۷ ہے' اس کے علاوہ ہیں۔ اسی طرح اعزازی خریدار اور تبادلہ کے حوالے سے جو پرچے

بھجوائے جاتے ہیں وہ بھی ان کے علاوہ ہیں۔

لائبریریاں اور مکتبے

لوگوں کو تنظیم اسلامی کے فکر و مقاصد سے متعارف کروانے کا ایک ذریعہ کتب و کیسٹس کی لائبریریاں بھی ہیں۔ یہ اکثر و بیشتر علاقائی تنظیموں کی سطح پر قائم ہیں جہاں سے لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ کتب کے مقابلے میں آڈیو کیسٹس زیادہ جاری ہوتی ہیں۔ دوران سال تمام حلقوں میں قائم لائبریریوں سے کہیں کم 'کہیں زیادہ لوگ استفادہ کرتے رہے۔

حلقہ جات میں ہونے والی قابلِ ذکر دعوتی سرگرمیاں

حلقہ جات' تنظیموں اور اسرہ جات میں دوران سال توسیع دعوت اور تنظیمی استحکام کیلئے رفقاء اور ذمہ داران نے جو جدوجہد اور محنت کی اس سب کا احاطہ تحریر میں لانا نہ ممکن ہے اور نہ ضروری۔ اس لئے کہ یہ ساری جدوجہد جس ہستی کو راضی کرنے کیلئے کی گئی ہے اس کے علم میں اپنی تمام تر باریکیوں کے ساتھ آچکی ہے۔ اقامت دین کیلئے جدوجہد کرنے والے اپنی نیتوں اور ارادوں کی پاکیزگی کے تناسب سے اجر کے مستحق قرار پاچکے۔ یہاں دعوتی سرگرمیوں میں سے صرف چند اہم پروگراموں کا تذکرہ کیا جارہا ہے جس سے اندازہ ہوگا کہ الحمدللہ یہ قافلہ نظم و ضبط اور جوش و جذبے سے سرشار اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے۔

حلقہ سرحد

(i) ناظم اعلیٰ (راقم) نے ۱۹ تا ۲۲/دسمبر ۹۷ء امیر حلقہ میجر (ر) فتح محمد صاحب کے ہمراہ سرحد میں سواڑی' ڈگر' مینگورہ' بٹ خیلہ' دیر' تیمرگرہ اور باجوڑ کا تنظیمی و دعوتی دورہ کیا۔ تمام مقامات پر رفقاء سے ملاقاتیں اور تنظیمی مسائل پر گفتگو ہوئی۔ بعض مقامات پر دعوتی نشستوں کا بھی اہتمام کیا گیا۔

(ii) ماہ فروری ۹۸ء میں گاگرہ کے مقام پر خصوصی مبتدی تربیت گاہ کا اہتمام کیا گیا جس میں ۱۸ رفقاء کے علاوہ ۱۷ احباب بھی مستقلاً شریک رہے' ان میں سے ۸ نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔

(iii) ماہ جون میں پشاور میں دو ہفت روزہ تفہیم دین پروگرام منعقد کئے گئے۔

(vi) خویشگی میں چالیس روزہ قرآن فہمی کورس منعقد کیا گیا جس میں عربی گرائمر' منتخب نصاب اور امیر محترم کے خصوصی خطابات ویڈیو کے ذریعے دکھائے گئے۔

حلقہ پنجاب شمالی

(i) ۲۰/اپریل ۹۸ء کو ناظم حلقہ نے ڈائریکٹر اخوت اکیڈمی کی خواہش پر دورہ افغانستان کے تاثرات بیان کئے جنہیں بہت پسند کیا گیا۔ بعد میں یہ تاثرات من و عن اخوت اکیڈمی کے ترجمان ماہنامہ "منشور" میں طبع بھی کر دیئے گئے۔

(ii) "گداگری ہی غلامی ہے" ملکی حالات کے پس منظر میں ایک ہینڈ بل دو ہزار کی تعداد میں طبع کروا کر تقسیم کیا گیا۔ اسی طرح ایک اور ہینڈ بل "بڑھے چلو کہ منزل قریب ہے" بھی پانچ ہزار کی تعداد میں شائع کیا گیا۔

(iii) یکم جون کو ناظم حلقہ کی قیادت میں ایک وفد وفاقی وزیر مذہبی امور راجہ ظفر الحق سے ملا۔ وفد نے ملک میں سودی نظام برقرار رکھنے اور آئین میں مجوزہ ترامیم نہ کرنے پر انہیں تنظیم کی تشویش سے آگاہ کیا۔

(iv) ناظم اعلیٰ (راقم) کے ہمراہ ناظم حلقہ نے راولپنڈی' اسلام آباد' ایبٹ آباد' چک شہزاد' جاتلان اور جہلم کا دعوتی و تنظیمی دورہ کیا۔ رفقاء سے ملاقاتیں اور بعض مقامات پر دعوتی خطابات بھی ہوئے۔

حلقہ آزاد کشمیر

(i) ناظم حلقہ نے دوران سال جامع مسجد اہلحدیث میں ہفتہ وار بنیادوں پر منتخب نصاب کا درس دیا۔ اس پروگرام میں اکثریت اساتذہ کی شریک رہی۔

(ii) پرنسپل گورنمنٹ کالج ملوث سے خصوصی رابطہ قائم کیا گیا۔ موصوف ناظم حلقہ کے ہفتہ وار درسِ قرآن مجید منعقدہ "باغ" میں باقاعدگی سے شریک ہوتے ہیں۔ موصوف نے اپنے کالج میں بھی ناظم حلقہ کے باقاعدہ خطابات کا آغاز کروایا ہے۔

(iii) گورنمنٹ کالج باغ میں دورۂ ترجمۂ قرآن بذریعہ ویڈیو کیسٹس کا پروگرام باقاعدگی سے منعقد ہوا۔ ۲۰ سے زائد لیکچررز نے باقاعدگی سے اس پروگرام میں

شرکت کی۔

(iv) مظفر آباد میں تنظیم کے دفتر میں دورۂ ترجمۂ قرآن کا پروگرام ویڈیو کیسٹس کے ذریعے باقاعدگی سے منعقد ہوا۔

حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن

(i) ماہ مئی ۹۸ء کے دوران ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا جس میں امیر حلقہ نے "طالبان' اسلام اور پاکستان" کے موضوع پر خطاب کیا۔

(ii) گوجرانوالہ میں مختلف مقامات پر عربی کی کلاسز کا اجراء کیا گیا جن میں عربی کے علاوہ تنظیمی فکر پر مبنی لیکچرز کا بھی اہتمام کیا گیا۔

(iii) سیالکوٹ شہر میں امیر حلقہ نے ماہ جون کے دوران پریس کلب سیالکوٹ میں پریس کانفرنس سے خطاب کیا' جس میں تنظیم اسلامی کی دوسری دینی جماعتوں کے مقابلے میں امتیازی خصوصیات' طریق انقلاب اور "طالبان کے دیس میں" کے موضوع میں پر گفتگو کی اور صحافیوں کے سوالات کے جواب دیئے۔

(iv) ڈسکہ میں ماہ جون کے دوران ہفت روزہ تفہیم دین کورس کا انعقاد ہوا جس میں ایف اے اور بی اے کے قریباً ۸۰ طلبہ اور ۲۰ کے قریب بڑی عمر کے باشعور احباب نے باقاعدگی سے شرکت کی۔ تنظیم کی مکمل فکر ان تک پہنچائی گئی۔

حلقہ پنجاب شرقی

(i) ۵/اکتوبر ۹۷ء کو الحمراء ہال نمبر ا میں امیر محترم نے "کیا پاکستان تدریجی خودکشی کر رہا ہے" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اسی طرح ۱۹/اکتوبر کو امیر محترم نے الحمراء ہال میں "اسلامی انقلاب کا نبوی ؐ طریق" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ ان دونوں پروگراموں کے تمام انتظام حلقہ کے رفقاء نے انجام دیئے۔ خصوصی طور پر شہر لاہور میں مختلف مقامات پر تشہیری کیمپ لگائے گئے جہاں کتب بھی فروخت کی گئیں اور ویڈیو کے ذریعے خطاب بھی دکھائے گئے۔

(ii) ۲/اگست کو الحمراء ہال میں امیر محترم نے "عہد حاضر میں نظامِ خلافت کا دستوری

ڈھانچہ" کے عنوان پر خطاب فرمایا۔ حلقہ کے رفقاء نے پبلسٹی سمیت تمام انتظامات کا اہتمام کیا۔

(iii) تنظیم اسلامی لاہور جنوبی نے دعوت فورم کے عنوان سے دو پروگرام کئے جس میں خصوصی طور پر طلبہ اور دیگر احباب کو دعوت دی گئی۔ مختلف دینی اور تنظیمی موضوعات پر طلبہ کو خطاب کی دعوت دی گئی۔ یہ پروگرام بہت کامیاب رہا۔

(iv) ہارون آباد میں نقیب اسرہ برادرم منیر احمد صاحب بڑی غیر معمولی محنت کر کے چار مقامات پر ہفتہ وار دعوتی پروگرام منعقد کر رہے ہیں جس کے نتیجے میں ہارون آباد میں تھوڑے عرصے میں تنظیم کے کام کو بہت فروغ حاصل ہوا ہے۔

حلقہ پنجاب غربی

(i) تنظیم اسلامی فیصل آباد شرقی کے تحت نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کیلئے مقامی ویڈیو سینٹرز کے مالکان سے گفتگو ہوئی اور انہیں آخرت کی جواب دہی سے آگاہ کیا گیا۔ اسی طرح بس اور ویگن مالکان سے بسوں اور ویگنوں میں ریکارڈنگ بند کرنے کے موضوع پر گفتگو کی۔

(ii) ناظم برائے علاقہ جات ڈیرہ اسماعیل خان' بھکر اور لیہ نے تینوں مقامات کے متعدد دورے کئے اور وہاں بھرپور محنت کے ذریعے تنظیم کی دعوت کو پہنچانے کا فریضہ ادا کیا۔

(iii) ماہ اپریل میں ایک خصوصی ہینڈ بل جس میں کسانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا' چار ہزار کی تعداد میں طبع کروا کر شائع کیا گیا۔ اسی طرح ایک اور ہینڈ بل "اب بھی نہ جاگے تو" ایک ہزار کی تعداد میں شائع کر کے تقسیم کیا گیا۔

(iv) ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے ۲۴/ جولائی کو دار ارقم میں دو ہزار مرد و خواتین کو درسِ قرآن دیا۔ اسی طرح ایگریکلچر یونیورسٹی قذافی ہال میں "حقیقت نفاق" طارق ہال میں "عشق رسول" اور ٹیپو ہال میں "حقوق والدین" کے موضوعات پر لیکچرز دیئے۔

حلقہ پنجاب جنوبی

(i) امیر حلقہ نے ہر ماہ اپنے حلقے کے مختلف مقامات مثلاً ملتان' شجاع آباد' عبدالحکیم' بورے والا' وہاڑی' سکھر' صادق آباد' ڈیرہ غازی خان' بہاولپور' جھنگ وغیرہ میں دروسِ قرآن اور ترجمۂ قرآن کی نشستوں سے خطاب کیا۔

(ii) دوران رمضان امیر حلقہ نے پچاس دینی موضوعات پر روزانہ دو گھنٹے خطاب کیا۔ یہ پروگرام ریکارڈ بھی کر لیا گیا۔

(iii) ماہ مارچ کے دوران افغانستان سے واپسی پر قرآن اکیڈمی ملتان میں خصوصی اجتماع میں امیر حلقہ نے دورہ کے تاثرات بیان کئے۔ اس کیلئے اخبار میں اشتہار بھی دیا گیا تھا۔ خطاب قریباً دو گھنٹے جاری رہا۔

(iv) یکم جولائی ۱۹۹۸ء سے حلقہ کی امارت میں تبدیلی ہوئی۔ امیر حلقہ جناب مختار حسین فاروقی کی جگہ جناب سعید اظہر عاصم کو حلقہ کا ناظم مقرر کیا گیا۔

حلقہ سندھ بلوچستان

(i) ۹/ نومبر ۹۷ء آئی بی اے ہال کراچی میں امیر محترم نے "علامہ اقبال اور قرآن" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ حلقہ نے تمام انتظامات کا اہتمام کیا۔

(ii) ۲۰/ مئی سے شروع ہونے والی ۲۰ روزہ قومی صنعتی نمائش میں تنظیم کا اسٹال لگایا گیا جس میں امیر محترم کی کتب اور کیسٹس کے علاوہ دورۂ ترجمۂ قرآن کی سی ڈی بھی نمائش کیلئے رکھی گئی۔ کمپیوٹر کے ذریعے سی ڈی کے Display کا اہتمام بھی کیا گیا۔

(iii) حلقہ کی سطح پر سات مقامات پر عربی کلاسز کا اجراء ہوا جن میں تنظیمی فکر بھی پیش کیا گیا۔

(iv) تنظیم کو متعارف کروانے کے سلسلے میں ایک ہزار کی تعداد میں "کی چین" تیار کئے گئے جو رفقاء کو فروخت کئے جا رہے ہیں تاکہ وہ انہیں اپنے احباب میں تحفتاً پیش کر سکیں۔

(۷) آل پاکستان نیوز پیپر سوسائٹی (A.P.N.S) کے ارکان اور ایسوسی ایشن آف اکاؤنٹنگ ٹیکنیشنز آف پاکستان کے ارکان کو تنظیم کے تعارفی خطوط، منشورِ تنظیم کے ساتھ روانہ کئے گئے۔

دورانِ سال کے چند اہم واقعات

دورۂ افغانستان

طالبان کی اسلامی حکومت کی اسلامی اصلاحات کا جائزہ لینے کیلئے تنظیم اسلامی کے چودہ رکنی وفد نے ۲۲ مارچ تا ۳۰ مارچ افغانستان کا دورہ کیا۔ وفد کی قیادت حلقہ سرحد کے امیر میجر(ر) فتح محمد صاحب نے کی۔ وفد میں حلقہ پنجاب شرقی اور حلقہ سندھ بلوچستان کے امراء کے علاوہ تمام حلقوں کے امراء و ناظمین شریک تھے۔ مرکز سے چوہدری رحمت اللہ بٹر اور نائب ناظم نشرواشاعت جناب نعیم اختر عدنان شامل تھے۔ وفد نے چار دن جلال آباد اور پانچ دن کابل میں قیام کیا۔ قیام کے دوران وفد نے افغانستان حکومت کے مختلف عہدیداروں سے ملاقاتیں اور تبادلۂ خیالات کیا، جن میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس، وزیر تعلیم، نائب وزیر، گورنر جلال آباد، چانسلر اور وائس چانسلر جلال آباد یونیورسٹی شامل تھے۔ وفد اپنے ساتھ بڑی تعداد میں امیر محترم کی کتاب خطبات خلافت بزبان فارسی لے گیا تھا جو وہاں اہم لوگوں کو ہدیۃً پیش کی گئی۔ دورۂ سے واپسی پر وفد کے بیشتر ارکان نے افغانستان کے حالات کے بارے میں تحریراً اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ ان کے یہ تاثرات ہفت روزہ ندائے خلافت کے مختلف شماروں میں شائع ہوئے۔

آل پارٹیز کانفرنس

۲۸/جون ۹۸ء کو قرآن آڈیٹوریم میں دستورِ خلافت کی تکمیل اور قانونِ شریعت کی تنفیذ کے حوالے سے آل پارٹیز کانفرنس کا اہتمام کیا گیا، جس میں ملک کی اہم دینی جماعتوں کے سربراہ شریک ہوئے۔ جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد، تنظیم الاخوان کے امیر مولانا محمد اکرم اعوان، جمعیت العلماء پاکستان نیازی گروپ کے صدر مولانا عبدالستار نیازی، مرکزی جمعیت اہلحدیث کے امیر پروفیسر ساجد میر، تحریک اسلامی کے امیر مولانا مختار گل اور تحریک جعفریہ کے قائد مولانا ساجد نقوی نے کانفرنس میں دیئے گئے موضوع پر اظہار خیال

کیا۔ آخر میں امیر محترم نے خطبہ صدارت ارشاد فرمایا۔ بنگلہ دیش سے مولانا ثمیر الدین صاحب نے بھی اجلاس میں شرکت کی۔

صدرِ مملکت سے تنظیم اسلامی کے وفد کی ملاقات

نائب امیر کی قیادت میں تنظیم اسلامی پاکستان کے ایک چار رکنی وفد (نائب امیر' ناظم اعلیٰ' ناظم نشر و اشاعت اور ناظم حلقہ پنجاب شمالی) نے صدر مملکت جناب محمد رفیق تارڑ صاحب سے ایوان صدر اسلام آباد میں ملاقات کی۔ آئین میں تضادات دور کرنے کیلئے ہماری پیش کردہ آئینی ترامیم اور اس سلسلہ میں ہماری کوشش کی تفصیلات پر مشتمل ایک یادداشت انہیں پیش کی گئی اور ملاقات کے دوران پڑھ کر سنائی گئی۔ ایک روز قبل امیر محترم کی جانب سے امریکہ سے ایک خط بنام صدرِ مملکت بذریعہ فیکس موصول ہوا تھا۔ یہ خط بھی صدر مملکت کو پڑھ کر سنایا گیا۔ ملاقات خوشگوار رہی۔ ہم نے اپنا موقف پوری طرح واضح کر دیا۔

شعبہ تربیت

مبتدی تربیتی کورس : دورانِ سال کل نو(۹) مبتدی تربیتی کورسز منعقد ہوئے جن میں سے تین لاہور میں' دو حلقہ سرحد میں اور ایک ایک حلقہ آزاد کشمیر' حلقہ پنجاب جنوبی' حلقہ پنجاب شمالی اور حلقہ سندھ بلوچستان میں منعقد ہوئے۔ ان کورسز میں ۱۸۸ رفقاء اور ۶۳ احباب نے شرکت کی۔

ملتزم تربیتی کورس : دوران سال دو تربیتی کورسز ملتزم رفقاء کیلئے منعقد ہوئے۔ ان میں سے ایک مرکز لاہور اور دوسرا حلقہ سندھ بلوچستان میں منعقد ہوا۔ ان دو تربیتی کورسز میں کل بیس رفقاء شریک ہوئے۔

خصوصی ریفریشر کورس : دوران سال دو مرتبہ خصوصی ریفریشر کورسز کا اہتمام کیا گیا جو دونوں مرتبہ مرکز لاہور میں منعقد ہوئے۔ ان کورسز میں کل ۷۸ ملتزم رفقاء شریک ہوئے۔

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

KHALID TRADERS

AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS

IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS &
SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS,
FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

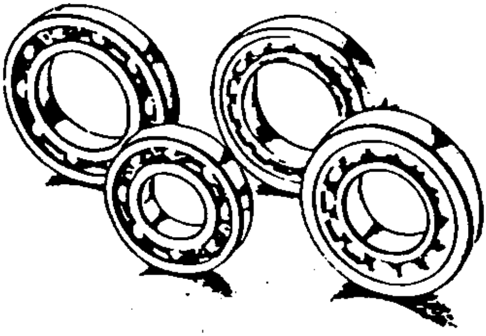

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65,
Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly)
Amin Arcade 42,
Brandreth Road, Lahore-54000
Ph : 54169

GUJRANWALA :
1-Haider Shopping Centre, Circular Road,
Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

MONTHLY
Meesaq
LAHORE

Reg. No. CPL 125
Vol. 47 No. 11
Nov. 1998

FOTO SCAN PH;7234042-7111906